عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۱ | ۲۲ تا ۲۸ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۵ اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۳ء | شمارہ: ۴۸

مصائب رحمت الٰہی کی ایک شکل

خواتین کا اجنبی مردوں سے برتاؤ

اسلامی تعلیمات

ذوالقرنین اور سدّ سکندری

انسانیت کا سبق

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

ہوٹلوں میں مرغی کا گوشت:

س:...... عمرہ یا حج کے لئے سعودی عرب جانا ہوتا ہے تو وہاں قیام کے عرصہ میں گوشت خصوصاً مرغی کے گوشت کا استعمال کیسا ہے؟ وہاں جو مرغی آتی ہے وہ دوسرے ممالک سے آتی ہے۔ عام پبلک تو خیال نہیں کرتی اور وہ استعمال کرتی ہے جب کہ دیندار طبقہ خصوصاً تبلیغی حضرات بالکل اس گوشت سے اجتناب کرتے ہیں۔ ہوٹلوں میں سالن اور روسٹ مرغی وہ استعمال ہوتی ہے جو باہر سے (مثلاً فرانس سے) آئی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ سستی بھی ہوتی ہے اور بظاہر اچھی بھی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم اس روسٹ مرغی یا سالن والی مرغی کو استعمال کریں یا نہیں؟ سعودی حکومت یا جو لوگ وہ مرغی منگواتے ہیں' یہ کہتے ہیں کہ ذبیحہ حلال ہے' دوسری طرف دیندار طبقہ خصوصاً تبلیغی حضرات کو اس پر بالکل اعتبار نہیں۔ اب آپ سے اس بارے میں دریافت کرنا ہے کہ آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

ج:...... باہر ملکوں سے جو مرغی آتی ہے' اول تو اس کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ وہ صحیح طور پر ذبح بھی کرتے ہیں یا نہیں' اس کے علاوہ مرغی کاٹنے والوں کا اصول یہ ہے کہ جونہی مرغی کو ذبح کرتے ہیں' وہ اس کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیتے ہیں تاکہ اس کے پر وغیرہ صاف ہوسکیں اور تمام آلائش اس کے اندر ہوتی ہے' اس لئے وہ مرغی ناپاک ہوجاتی ہے' اور اس کا کھانا حلال نہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے' سعودی عرب میں خصوصاً حج وغیرہ کے موقعوں پر ہوٹلوں میں جو مرغیاں روسٹ کی جاتی ہیں' وہ اسی قسم کی ناپاک مرغیاں ہوتی ہیں' اس لئے ان کا کھانا حلال نہیں۔

جائیداد میں حصہ:

س:...... عرض یہ ہے کہ ہم دو بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ ہمارے والد صاحب کے نام ایک مکان ہے' جو والد صاحب نے تین سال پہلے ہماری چھوٹی بہن کے نام کردیا۔ اب بڑی بہن اس مکان میں بچوں کے ساتھ رہ رہی ہیں' جب مکان تیار ہورہا تھا تو والد صاحب نے بڑی بہن سے تین لاکھ روپے ادھار لئے تھے' اس مکان کے آدھے حصے کا کرایہ آٹھ ہزار روپے بھی دو سال سے بہن لے رہی ہیں اور اسی مکان میں رہ رہی ہیں' اب وہ کہہ رہی ہیں کہ جب میرا قرضہ پورا ہوجائے گا' تو میں مکان سے چلی جاؤں گی' تمام بہنیں یہ چاہتی ہیں کہ مجھے مکان میں حصہ نہ ملے کیونکہ میں پچھلے پانچ سال سے کراچی میں الگ رہ رہا ہوں' جبکہ ہمارا مکان حیدرآباد میں ہے' والد صاحب سب بہنوں ہی کی بات مانتے ہیں' ہماری نہیں سنتے۔ میں والد صاحب کا نافرمان نہیں ہوں' جبکہ مکان میری سربراہی میں تیار ہوا۔ اب خدا جانے کیا ہوا ہے۔

آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ میں ان کا بڑا بیٹا ہوں' اگر وہ مجھے جائیداد میں سے حصہ نہیں دیتے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر انہوں نے یہ مکان اپنی چھوٹی بچی کے نام کرادیا' تو یہ ان کی چیز تھی' انہوں نے چھوٹی بچی کو دیدی۔ البتہ اگر بغیر نہ ورثے کے اور بغیر وجہ کے انہوں نے یہ عمل کیا ہے تو وہ گناہ گار ہوں گے۔

پرائز بانڈ کی پرچیوں کی خرید وفروخت:

س:...... کراچی سمیت ملک بھر میں "پرائز بانڈ" اور اب پرائز بانڈ کی پرچیوں کا کاروبار عام ہوگیا ہے' ہر شخص پرچیاں خرید کر راتوں رات امیر بن جانے کے چکر میں ہے' کیا ان پرچیوں کے انعام سے "عمرہ" یا کوئی بھی نیک کام یا غریبوں' بیواؤں کی امداد کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... یہ پرچیوں کا کاروبار جائز نہیں' اس سے نہ عمرہ جائز ہے اور نہ صدقہ خیرات صحیح ہے' یہ کاروبار بند کردینا چاہئے اور جو رقم اس سلسلے میں حاصل ہوئی ہے' وہ غرباء و مساکین کو بغیر نیت ثواب کے دے دینی چاہئے۔

سر کا صدقہ:

س:...... ایک عامل صاحب نے کہا ہے کہ جو لوگ مصیبتوں میں مبتلا ہوں' ان کو چاہئے کہ بجائے کسی نام کی طرف منسوب کرنے کے صرف اپنے سر کا صدقہ کریں' صدقہ ادا کرنے سے مصائب رفع ہوجاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ صدقہ صرف اپنے سر کا ہوتا ہے مگر ہم نے اب تک جب بھی صدقہ دیا تو اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کرکے دیا کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ خیرات آپ کے نام کی ہے' آپ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔

حضرت! کیا ان عامل کا کہنا ٹھیک ہے یا غلط؟ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اگر غلط ہے جیسا کہ ہمارا گمان ہے تو اس کی وضاحت فرمادیں' عین نوازش ہوگی۔

ج:...... اپنے سر کے صدقہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتا ہے' اس لئے صحیح ہے' اپنی طرف سے صدقہ کرنا' یہ صدقہ بھی فی سبیل اللہ ہوتا ہے' عامل کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ صدقہ سے مصیبت ٹلتی ہے۔

http://www.khatm-e-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

سرپرست اعلیٰ
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

جلد:۲۱ | ۲۲تا۲۸/صفر المظفر ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۵/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۳ء | شمارہ:۴۸

بانیان

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	۴
اسلامی تعلیمات.....انسانیت کا سبق (مولانا عبدالواحد قاسمی)	۶
مصائب.....رحمت الٰہی کی ایک شکل (حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ)	۹
ذوالقرنین اور سد سکندری (کامران احمد)	۱۳
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (رفیق احمد)	۱۹
خواتین کا اجنبی مردوں سے برتاؤ (حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)	۲۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء (حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)	۲۳

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 8-383 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک حضوری باغ برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۸۳۴۸۶-۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ

قادیانی مذہب بلاشبہ استعمار کی پیداوار ہے اور وہ اسے ہر قیمت پر باقی رکھنا چاہتا ہے۔ قادیانیوں نے پاکستان میں اپنے اوپر ہونے فرضی مظالم کا پروپیگنڈا اس زور وشور کے ساتھ کیا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو قادیانیوں کے حوالے سے انتہائی بدنامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسی پروپیگنڈا کو بنیاد بنا کر قادیانیوں نے متعدد ممالک میں سیاسی پناہ حاصل کی ہے' جس سے اقلیتوں کے حوالے سے پاکستان کی ساکھ کو شدید دھچکا لگا ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں نے بیوروکریسی میں کس طرح اپنے پنجے گڑائے ہوئے ہیں؟ اس کا کچھ اندازہ آپ گزشتہ اداریے میں شائع ہونے والی خبر اور اس کے تجزیے سے کر چکے ہوں گے' جس کے مطابق ۵۰۸ قادیانی افسران ملک میں کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں۔ اسی اداریے میں آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ پاکستان کے آئین کے تحت سرکاری ملازمتوں بالخصوص کلیدی عہدوں تک قادیانیوں کے لئے ترقی کرنے کے یکساں مواقع موجود ہیں اور اس سلسلے میں ان سے کسی قسم کا مذہبی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

قادیانیوں کو حاصل ان مراعات کے باوجود گزشتہ دنوں امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے اپنی ایک رپورٹ شائع کی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی پاکستان میں مظالم کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس رپورٹ کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

۱:...... پاکستان میں قادیانیوں کی جانوں کو خطرات لاحق ہیں اور وہ اکثر وبیشتر قتل عام کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔

۲:...... انتظامیہ قادیانیوں پر ہونے والے حملوں کی صورت میں ان کے تحفظ میں ناکام ثابت ہوئی۔

۳:...... حکومتی سطح پر اور معاشرتی بنیادوں پر قادیانیوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا رہا اور حکومت عوام کی جانب سے قادیانیوں پر ہونے والی زیادتیوں کے سدباب کے لئے موثر اقدامات اٹھانے میں ناکام رہی۔

۴:...... قادیانیوں کو ۱۹۸۴ء سے کانفرنس یا اجتماعات کے انعقاد سے روک دیا گیا ہے۔

۵:...... قادیانیوں نے سرکاری تعلیم گاہوں میں داخلہ کے موقع پر اپنی مذہبی وابستگی کی بنا پر امتیاز برتے جانے کی شکایت کی ہے۔

۶:...... قادیانیوں کو اکثر وبیشتر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

۷:...... قادیانی' قانون کے تحت بعض پابندیوں کا شکار ہیں۔

۸:...... نئے ووٹر لسٹ فارم کی ایک دفعہ کے تحت قادیانیوں کو عام ووٹروں سے علیحدہ کر دیا گیا ہے اور اس دفعہ کو حکومت اور قادیانی مخالف مذہبی گروپوں نے قادیانیوں کو ہراساں کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔

۹:...... قادیانی مذہبی آزادی کے لحاظ سے متعدد پابندیوں کا شکار ہیں' جس میں ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر' مسلم قبرستان میں تدفین پر پابندی' مذہبی آزادی' آزادی تقریر اور آزادی اجتماع پر پابندی اور ان کے پریس پر پابندیاں شامل ہیں۔

۱۰:...... قادیانیوں کو حج میں شریک ہونے سے روک دیا گیا ہے۔

۱۱:...... بعض مشہور اخبارات قادیانیوں کی ''سازشوں'' سے متعلق خبریں شائع کرتے ہیں' جس سے معاشرہ میں قادیانی مخالف جذبات پھیلتے ہیں۔

۱۲:...... قادیانی افراد و ادارے اکثر وبیشتر مذہبی تعصب اور عدم رواداری کا نشانہ بنتے ہیں' جو مذہبی شدت پسندوں کی شہ پر ہوتا ہے۔

۱۳:...... قادیانی لیڈروں نے الزام عائد کیا ہے کہ جنگجو ملاؤں اور ان کے پیروکاروں نے قادیانی اکثریتی آبادی پر مشتمل شہر اور ان کے روحانی مرکز (چناب نگر) کی سڑکوں پر مارچ کیے ہیں، جن میں ملاؤں نے قادیانیوں اور قادیانی مذہب کے بانی کی مذمت کی ہے۔ یہ ایک ایسی صورتحال ہے جس کا نتیجہ بسا اوقات تشدد کی صورت میں نکلا ہے۔ قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ ان مارچوں کے دوران پولیس بھی موجود رہی ہے لیکن اس نے اس تشدد کو ختم کرنے کے لئے کوئی مداخلت نہیں کی۔

۱۴:...... قادیانیوں کو ہراساں کیے جانے اور مذہبی بنیاد پر امتیاز برتے جانے کا سامنا ہے۔

۱۵:...... قادیانیوں کے لئے سرکاری ملازمتوں کے اعلیٰ عہدوں پر ترقی کرنے کے امکانات بہت کم ہیں۔ قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں صرف اس افواہ سے کہ فلاں شخص قادیانی ہے یا اس کے عزیز و اقارب قادیانی ہیں، اس شخص پر ملازمت یا ترقی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

۱۶:...... اسکولوں میں قادیانی طلبا کو اپنے غیر قادیانی ہم جماعتوں کی جانب سے بدسلوکی کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے زیادہ تر قادیانی گھروں میں تعلیم پاتے ہیں یا قادیانیوں کے زیر انتظام اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ نوجوان قادیانیوں نے شکایت کی ہے کہ انہیں اچھے کالجوں میں داخلے اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بیرون ملک جانے کے سلسلے میں رکاوٹوں کا سامنا ہے۔

۱۷:...... تعزیرات پاکستان (پینل کوڈ) کی بعض دفعات قادیانیوں کے خلاف امتیاز پر مبنی ہیں، بالخصوص وہ دفعہ جو قادیانیوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے روکتی ہے۔

۱۸:...... ملاؤں نے سلام کرنے اور اپنے بچوں کے نام "محمد" رکھنے پر قادیانیوں کے خلاف الزامات عائد کیے ہیں۔

۱۹:...... قادیانی اکثریتی آبادی پر مشتمل شہر اور ان کے روحانی مرکز چناب نگر میں قادیانیوں پر اکثر و بیشتر مظالم ہوتے ہیں۔

رپورٹ کے ان نکات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مکمل طور پر جانبدارانہ، یکطرفہ اور تعصب پر مبنی ہے۔ دنیا اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ پاکستان کیا دنیا کے کسی خطہ میں بھی قادیانیوں کی جانوں کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں ہے۔ اگر پاکستان میں قادیانی اکثر و بیشتر قتل عام کا نشانہ بن رہے ہوتے، جیسا کہ رپورٹ میں کہا گیا ہے، تو آج تک شاید قادیانیوں کا وجود ہی پاکستان سے مٹ چکا ہوتا۔ ایک طرف پاکستان میں "قادیانی اکثریتی آبادی پر مشتمل شہر" چناب نگر کا ذکر کیا جاتا ہے اور دوسری طرف اکثر و بیشتر قتل عام کا تذکرہ ہوتا ہے، یہ کیسا تضاد ہے؟ بھلا قتل عام کے بعد "قادیانی اکثریتی آبادی پر مشتمل شہر" کا وجود کوئی ذی عقل مان سکتا ہے۔ قتل عام کا یہ الزام پاکستانی حکومت اور عوام پر صریح بہتان ہے۔ اس کے برعکس پاکستان میں مسلمانوں اور بالخصوص علمائے کرام کا قتل عام ضرور ہوتا رہا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مظلوم قادیانی نہیں بلکہ درحقیقت مسلمان ہیں۔ دوسرا الزام رپورٹ میں یہ عائد کیا گیا ہے کہ انتظامیہ قادیانیوں پر ہونے والے حملوں کی صورت میں ان کے تحفظ میں ناکام ثابت ہوئی۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ قادیانی ملک میں انتہائی اطمینان سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا حملہ ہوتا ہی نہیں تو ان کے تحفظ میں ناکامی کا کیا سوال؟ انتظامیہ سے یہ شکوہ تو مسلمانوں کو ہے کہ وہ قادیانیوں کی سرپرستی کرتی ہے، انہیں تحفظ فراہم کرتی ہے، انہیں غیر آئینی اور غیر قانونی مراعات فراہم کرتی ہے اور قادیانیوں کی جانب سے ملکی آئین اور قانون کی خلاف ورزی پر چشم پوشی سے کام لیتی ہے، جس کی وجہ سے قادیانی کھلے بندوں آئین اور قانون کا مذاق اڑانے میں مصروف ہیں۔ انتظامیہ کے کارپردازوں کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ ان کی قادیانیت نوازی کی روش نے انہیں مسلمانوں کے سامنے تو بدنام کیا ہی تھا، قادیانی اور ان کے آقا بھی انتظامیہ سے اس وفاداری کے بدلہ ناراض اور ناخوش ہی ہوئے، اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی حالیہ رپورٹ اس کا بین ثبوت ہے۔ انتظامیہ کو اس رپورٹ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ وہ آئندہ مسلمانوں کا ساتھ دے کر سرخرو ہونا چاہتی ہے یا قادیانیوں کا ساتھ دے کر مزید بدنام ہونا چاہتی ہے؟ (جاری ہے)

اسلامی تعلیمات

انسانیت کا سبق

مولانا عبدالواحد قاسمی

تاریخ بتاتی ہے کہ نوعِ انسانی کی قدر و قیمت' زندگی کی حرمت و عظمت اور اس کی عزت و شرف کا احساس جب دل سے نکل جاتا ہے' مذہب و اخلاق اور تہذیب و تمدن سے قلبی تعلق اور کشش ختم ہو جاتی ہے' انسانی جان کے استخفاف و تحقیر کی جسارت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان اپنی ذات' اپنی آدمیت' اور اپنے جوہر کو بھلا دیتا ہے تو اس کے نتیجے میں ان کی تمام رفعت و عظمت ختم ہو جاتی ہے' قول و عمل بے وزن ہو جاتے ہیں' بھلائی و خیر خواہی کا تصور اور ایک اچھے سماج و سوسائٹی کی تشکیل قصہ پارینہ بن جاتا ہے' انسانی ضمیر کی کوئی قیمت' ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہتا' یہی وہ وقت ہے جو انسانیت کے تابناک مستقبل کے لئے پیام موت ہوتا ہے۔

پس منظر:

آج آپ تہذیب کا سرسری جائزہ لیں یا تاریخ انسانی پر عمومی نظر ڈالیں' زندگی کے ہر خطے میں بگاڑ و خرابی کی یہی کیفیت ملے گی' تباہی و بربادی کے اسی نقطہ کو محسوس کریں گے' آئے دن مذہب و ملت کا جھگڑا' ذات پات کا فرق' بھید بھاؤ کا رواج' رنگ و نسل کی بات' نفاق و شقاق کی کیفیت' چوری' ڈاکہ زنی' قتل و غارت گری' ظلم و تعدی' غاصبانہ تصرف اور ایذا رسانی یہ سب اسی کا نتیجہ ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں کو بنیاد بنا کر ایک لہر پیدا کی جاتی ہے' حالات خراب ہوتے ہیں اور پھر کائنات ارضی کا حسن' زندگی کی چہل پہل' دنیا کی رعنائی و شادابی ایک ہی جھونکے میں خزاں رسیدہ ہو جاتی ہے' بہت کم افراد ایسے ہیں جو ٹھنڈے دل سے ان کے ازالہ و مداوا کے سلسلے میں غور و فکر اور مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں۔

غلط نظریہ:

جو حضرات اپنے مختصر وسائل اور قلیل افراد کے باوجود فضا اور ماحول بناتے ہیں اور ایسے افراد تیار کرتے ہیں جن کو مخلوق سے محبت ہو' جو خدا کی وسیع زمین پر سکون و اطمینان' بھلائی و خیر خواہی کی باتوں کو رواج دیں' سچائی کا سبق سکھائیں' کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کریں اور انسانوں میں انسانیت کی جوت جگانے' اچھے اخلاق سکھانے اور اچھا معاشرہ بنانے کی کوشش کریں اور جن کے ذہنوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تازہ ہو:

"رحم کرنے والوں پر رحمان رحمت بھیجتا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" (ترمذی)

افسوس! صد افسوس! کہ آج انسانیت کے سبق پڑھانے والے انہی افراد کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں' انہیں دہشت گرد' شدت پسند اور بنیاد پرست کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے' دانشمندی اور شعور کے راگ الاپنے والے ذرا بھی نہیں سوچتے کہ فلاح و بہبود کے چشمے کہاں سے پھوٹتے ہیں؟ امن و سکون کا درس کہاں سے ملتا ہے؟ اخلاق و کردار کی کرن کہاں سے نمودار ہوتی ہے؟ سچ یہ ہے کہ جب ضمیر مردہ ہو جائے اور دل کو گھن لگ جائے' تو انسانیت ختم ہو جاتی ہے اور کسی بات کے کہنے اور سوچنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔

معیار فلاح:

دنیا کے سامنے ملک و قوم کی مذہبی' سیاسی اور سماجی تاریخ شاہد ہے کہ جب تک سوچ و فکر کے تانے بانے ہمدردی و غمخواری کے انوکھے انداز سے مرتب ہوتے رہے' زندگی کے خانوں میں انسانیت کا رنگ باقی رہا' محبت و الفت کی توسیع اور اخلاق عالیہ کی ترسیل حیات انسانی کا طرۂ امتیاز رہا۔

انسانیت کے دو واقعے:

رمضان ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس محبوب شہر میں' جہاں سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا' جہاں آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دی گئی تھیں'

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کو ٹھکرایا گیا تھا اور آپ کے جاں نثاران ساتھیوں کو طرح طرح سے ستا کر گھر بار اور آل اولاد کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا' اسی شہر میں آپ اس شان سے داخل ہو رہے ہیں کہ دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر آپ کے ساتھ ہے' کفار و مشرکین کا ایک بڑا مجمع مجبور و بے بس آپ کے سامنے ہے' ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں دن رات ایک کر دیئے تھے' اسلام کو مٹانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' مسلمانوں کو ایذائیں پہنچائی تھیں' طرح طرح کے ظلم کیے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے' آپ کے بارے میں ناگوار باتیں کی تھیں' ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو قتل کیا تھا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کے خون سے ہاتھ رنگے تھے' آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موقع تھا کہ گزشتہ مصائب کا حساب چکا لیتے اور ان کے کرتوتوں کا انتقام لے لیتے' لیکن نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو انسانیت کا پیغام اور سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر آئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: "جاؤ' آج تم سب آزاد ہو" اگر بات یہیں ختم ہو جاتی تب بھی انسانیت کی بلندی کے لئے کافی تھا اور تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہوتا' لیکن واقعہ یہیں ختم نہیں ہوتا..... رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ: "جو شخص کعبہ میں پناہ لے گا' اسے کچھ نہیں کہا جائے گا' جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا' وہ بھی محفوظ ہوگا' اور جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا' وہ بھی مامون رہے گا' یہ ابوسفیان وہی ہیں جنہوں نے مدینہ پر بار بار حملہ کیا' عربوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی..... کافروں میں سے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب سے اس کا بدن کانپنے لگا اور قدم لڑکھڑانے لگے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو درد بھرے لہجہ میں فرمایا: "ڈرو نہیں' میں بھی قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں' کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔"

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے' انہوں نے واپسی پر نجد کے سردار ثمامہ بن اثال (جس نے صحابہ کو قتل کیا تھا) کو گرفتار کر لیا اور اسے مدینہ لائے اور مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ثمامہ کے پاس آ کر پوچھا: ثمامہ! کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: اے محمد! میرا حال اچھا ہے' اگر آپ میرے قتل کا حکم دیں گے تو یہ جائز ہوگا کیونکہ میں قاتل ہوں اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت کریں گے' اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو بتا دیجئے کہ کس قدر چاہئے؟ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے' ثمامہ رہائی پا کر مسجد نبوی کے قریب کھجور کے ایک باغ میں گئے' وہاں جا کر نہائے' مسجد نبوی میں آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے:

"یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ساری دنیا میں آپ سے بڑھ کر مجھے کسی اور سے نفرت نہ تھی لیکن اب آپ سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے بڑھ کر کوئی اور شہر مجھے برا نہ لگتا تھا لیکن آج اس سے اچھا اور کوئی شہر نہیں' واللہ' آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے کسی اور دین سے بغض نہ تھا لیکن آج آپ کا دین ہی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔"

اسلامی تعلیم:

یمن کے علاقے میں' جو بحرین تک پھیلا ہوا ہوا تھا' اسلام کی تعلیم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابہ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو مقرر فرمایا' یہ دونوں یمن کے ایک ایک ضلع میں بھیجے گئے' جب مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا:

"دیکھو! تم دونوں مل کر کام کرنا' لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا' سختی مت کرنا' خوشخبری سنانا' نفرت مت دلانا' تم کو وہ لوگ ملیں گے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہیں' پہلے ان کو بتانا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں' پھر بتانا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے' جب وہ ان دونوں باتوں کو مان لیں تو پھر ان سے کہنا کہ اللہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے' جب وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو بتانا کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہے' جو امیروں سے لی جائے گی اور غریبوں کو دی جائے گی' دیکھو! جب وہ زکوٰۃ دینا قبول کر لیں تو چن کر صرف اچھا مال نہ لینا' مظلوموں کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔"

ہماری دعوت:

مولانا علی میاں قدس سرہ' کی زبان میں:

"ہم سیدھی سادی بات یہ کہتے ہیں

کہ ہم خدا کے راستے کی دعوت دینے آئے ہیں' ہم اس بنیاد پر انسانوں کو انسانیت کی دعوت دینے آئے ہیں' ہم اس (دعوت) کو سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری سمجھتے ہیں' جس سے ملک ترقی کرے ہم اس کو تحقیر نہیں کرتے کہ ملک کے لئے تعلیمی اداروں' شفاخانوں' صفائی کے محکموں کی ضرورت ہے ملک کو رسل و رسائل اور دوسرے محکموں کی ضرورت ہے ان سب کے باوجود ملک میں اندھیر اور دوسرے کے پیٹ کاٹنے کا جو طاعون پھیلتا جارہا ہے اسے نہ روکا گیا تو اس کی عزت' اس کا وقار' اس کی آزادی خاک میں مل جائے گی ہم علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم (مسلمان) اس ملک (برصغیر) میں حصہ رسد بٹانے نہیں آئے تھے ہم ان ملکوں کو چھوڑ کر جو خود دولت سے بھرے ہوئے تھے یہاں کی دولت میں حصہ لگانے نہیں آئے تھے ہم ایک مشن' ایک خدمت پر آئے تھے یہاں جو مسلمان آئے تھے وہ اخلاق' محبت' خدا پرستی کا پیغام لے کر آئے تھے' انہوں نے اس ملک کو کچھ دیا' لیا نہیں' وہ یہاں سے کچھ لینے نہیں آئے تھے' اس کو کچھ دینے آئے تھے' وہ رہنے آئے تھے' یہاں سے جانے کے لئے نہیں آئے تھے' اگر ایسا سوچتے تو لال کی ایسی شاندار و پائیدار مسجد نہ بناتے' وہ تو خدا پرستی اور انسان دوستی کی دعوت دینے آئے تھے' کہاں کے عرب؟ کہاں کے عجم؟ یہ سب ہماری بنائی ہوئی خود ساختہ حدیں ہیں' ساری دنیا کے پیدا کرنے والے ایک اللہ کی طرف سے وہ یہ تعلیم لائے تھے انہوں نے دنیا سے لئے بغیر ساری دنیا کی خدمت کی انہوں نے سچے موتیوں سے انسانیت کی جھولی بھردی' اور اپنے ہاتھ خالی رکھے' اپنے بچوں کی مطلق فکر نہ کی اور اپنے کنبے کی طرف سے آنکھیں بند کرکے پیٹ پر پتھر باندھ کر لوگوں کی سیوا کی' ان کی تکلیفوں کو راحتوں سے بدلا۔"

تبدیلی کی ضرورت:

اب جب کہ قومی دھارے کا رُخ بدل چکا ہے' ذہنیت مسخ ہوچکی ہے' انسانی برادری حقیقت سے آنکھیں بند کرچکی ہیں' ملک وقوم اور انسانی معاشرہ بربادیوں اور تباہ کاریوں سے گزر رہے ہیں اور اولاد آدم حقیقی آرام سے محروم ہے' دوسری طرف قدرت کی تنبیہات رعد و برق کی طرح انہیں چوکنا کررہی ہیں' ضروری ہے کہ انہیں بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے' محبت والفت کا درس دے کر ان کے ذہنوں کو بدلا جائے' علمی' عملی اور فکری اقدار کے ذریعہ ایسی تبدیلی لائی جائے کہ وہ اپنے کو بھلا کر دوسروں کی رنج و خوشی کے لئے جئے' اپنا نقصان کرکے دوسروں کی کامیابی کے لئے سوچے' اپنے کو مٹا کر دوسروں کو بنائے' دوسروں کی زندگی اسے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو تاکہ انسانیت کے خزاں دیدہ چمن میں از سر نو بہار آجائے' صدیوں سے انسانیت کی کھیتی جو خشک پڑی ہے' ایثار و ہمدردی کی پھوار سے سرسبز و شاداب ہو اور انسانوں کا ایک ایسا بلند کردار معاشرہ وجود میں آئے جس کی اساس اعلیٰ انسانی اخلاقیات پر ہو اور دنیا نوع انسانی کے لئے امن وسلامتی کا گہوارہ ثابت ہوسکے۔

بقیہ مصائب

میں طے ہوجاتا ہے۔

صابر نام نہ رکھیں:

لیکن مصائب اور صبر وغیرہ کو بھی طلب نہ کریں' یہاں تک کہ میرے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کبھی بھی یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ کسی بچے کا نام "صابر" یا بچی کا نام "صابرہ" رکھا جائے' اس لئے نہیں کہ یہ نام رکھنا ناجائز ہے بلکہ وہ فرماتے تھے کہ ان ناموں میں ایک قسم کا دعویٰ ہے کہ مجھ پر مصائب آئیں اور میں ان پر صبر کرنے کو تیار ہوں' اور بندہ کا کام مصائب کو دعوت دینا نہیں بلکہ ان سے پناہ مانگنا ہے۔

نام کے اثرات:

اس نام رکھنے کے اور اسے بدلنے کے اثرات ہم نے خود دیکھے ہیں' ہماری ایک عزیزہ صابرہ نامی تھیں' بہت پریشانی اور تنگدستی اور فقر و فاقے میں زندگی گزار رہی تھیں' ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ کے پاس آئیں' حضرت نے دعا بھی فرمائی اور کہا کہ تم اپنا نام بدل لو اور صابرہ کی جگہ شاکرہ رکھ لو' اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند دنوں میں ہی ان خاتون کی تمام تکالیف اور پریشانیاں دور ہوگئیں' اس لئے مصائب خود طلب نہ کریں' آجائیں تو اللہ کی مشیت سمجھتے ہوئے راضی رہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی تینوں اقسام صبر علی الطاعۃ' صبر عن المعصیۃ اور صبر علی المصیبۃ پر اپنے اپنے مواقع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس اجر کا مستحق بنائے جو صابرین کو عطا فرماتے ہیں۔ آمین۔

﴿وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین﴾

مصائب رحمت الٰہی کی ایک شکل

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

رحمت الٰہی کی مختلف شکلیں:

دراصل دنیا میں جتنی بھی پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں' یہ اللہ کی طرف سے آپریشن ہے' بظاہر نقصان نظر آتا ہے' لیکن درحقیقت اسی میں ہمارا فائدہ ہے' اس کائنات کا کوئی ذرہ اللہ کی مشیت کے بغیر حرکت نہیں کرتا اور کوئی بھی حرکت حکمت کے بغیر نہیں ہوتی' اگر اللہ تعالیٰ دیکھنے والی آنکھ عطا فرمادے تو معلوم ہوگا کہ یہ مصائب بھی درحقیقت اللہ کی رحمت ہی ہیں' کہیں رحمت الٰہی ہنسا کر آتی ہے اور کہیں رلا کر آتی ہے' کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت راحت کی شکل میں آتی ہے اور کبھی تکلیف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے' ہمیں کیا معلوم کہ اس تکلیف میں اللہ نے ہمارے لئے کتنا اجر مخفی رکھا ہے؟ دنیا میں چندروزہ تکالیف تو سب کو نظر آتی ہے' مگر ان پر صبر کرنے کے عوض جو سرمدی خوشیاں' دائمی مسرتیں اور ہمیشہ ہمیشہ کا سکون چھپا ہوا ہے' وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ جب اللہ کی طرف سے آخرت میں مصائب پر صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ اور اجر دیا جائے گا تو اس وقت لوگ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہماری کھالیں قینچی سے کاٹی جاتیں اور ہم اس پر صبر کرتے اور اجر کے مستحق بنتے' کوئی چھوٹی بڑی تکلیف ایسی نہیں جس پر اللہ کی طرف سے اجر نہ ملتا ہو' دراصل ہر تکلیف نعمت ہے' چونکہ ہم کمزور اور جلد باز ہیں' اس لئے ہم تکلیف کا پہلو دیکھتے ہیں' اور نعمت کے پہلو کو بھلا بیٹھتے ہیں۔

بیماری بھی نعمت ہے:

حضرت تھانویؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحبؒ یہی مضمون بیان فرمارہے تھے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں جو حقیقت میں نعمت نہ ہو۔ اسی دوران دیکھا کہ مجلس میں ایک کوڑھی شخص آیا' جس کے ہاتھ پاؤں جذام کی وجہ سے گل سڑ کر جھڑ رہے تھے' ایسی تکلیف دہ حالت میں آیا اور کہنے لگا: حضرت حاجی صاحبؒ میرے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت اور تکلیف سے نجات عطا فرمائے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ہم سب اس سوچ میں پڑ گئے اور اپنے کانوں کو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف متوجہ کرلیا کہ کیا جواب ارشاد ہوتا ہے؟ اس لئے کہ ابھی تو حضرت حاجی صاحبؒ یہ فرمارہے تھے کہ ہر مصیبت نعمت ہے' اور بیماری بھی ایک نعمت ہے' اب اگر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی بیماری کو دور کردے' تو گویا یہ زوال نعمت کی دعا کررہے ہیں' ان ہی سوالوں اور تجسس کے ساتھ حضرت حاجی صاحبؒ کے جواب کے منتظر تھے' حضرت حاجی صاحبؒ نے عجیب الفاظ میں دعا فرمائی اور سب سے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر اس کوڑھی کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ! یہ تکلیف اور بیماری حقیقت میں تو نعمت ہے' لیکن ہم بہت کمزور اور لاغر ہیں' اس نعمت کو برداشت نہیں کرسکتے' لہٰذا اے اللہ! اس بیماری کی نعمت کو صحت کی نعمت میں تبدیل فرمادیں۔ اب ذہن میں ایک اور شبہ ہوتا ہے کہ مصیبت اتنی بڑی نعمت ہے تو اس سے محرومی کیوں؟ لہٰذا سب مل کر اللہ سے مصیبت کو مانگیں؟ اس شبہ کا ازالہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصیبت کو طلب نہ کرو' اس لئے کہ مصیبت کا مانگنا آجائے تو شکوہ شکایت نہ ہو بلکہ یہ کہو کہ اے اللہ میں کمزور ہوں' یہ مصیبت میری طاقت سے باہر ہے' اس لئے اسے دور فرمادیں' لیکن جب تک یہ مصیبت رہے تو یہ سمجھتے رہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

تین قسم کے حالات:

اگر یوں کہا جائے کہ دنیا میں کوئی دکھ'

پریشانی، رنج اور خوف نہیں ہوسکتا تو یہ ناممکن ہے، اس لئے کہ عالم کل تین ہیں:

۱:...... جنت: جو عالم راحت ہے، وہاں کوئی رنج و غم نہیں ہوگا۔

۲:...... جہنم: جو عالم مصیبت ہے، جہاں کوئی راحت نہیں ہوگی۔

۳: دنیا: جہاں راحت بھی ہے اور رنج بھی، صدمہ بھی ہے اور مسرت بھی، آنسو بھی ہیں اور خوشی بھی۔

لہٰذا اب اگر کوئی چاہے کہ مجھے صرف خوشیاں ہی خوشیاں ملیں تو اس دنیا میں یہ ناممکن ہے، کیونکہ کسی انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ صرف خوشیوں کو سمیٹ لے اور مصائب کو جھاڑ پھینکے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر مصائب اور صدمے نہ آئیں تو انسان بندہ نہ رہے، بلکہ فرعون اور ہامان بن کر زندگی گزارے، خدا کا بندہ بننے کے بجائے بندوں کا خدا بن بیٹھے، صدمے اور مصیبت کا نقد فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہوجاتا ہے، جب بھی مصیبت آتی ہے، چاہے وقتی طور پر ہو، انسان فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی کہ ایک لمحہ کے لئے ہی سہی مگر اللہ سے تعلق قائم کرنے کا موقع تو ہاتھ آگیا، اور بندے نے اپنے اللہ کی عظمت کو دل میں بسا لیا، چنانچہ جتنی مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ! مصیبت بہت بڑی ہے، ناقابل برداشت ہے، آپ برداشت کی قوت دیں، تو ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوگا، کیا تعلق مع اللہ کوئی معمولی چیز ہے؟ اگر چہ اسے بڑی چیز نہ سمجھیں، لیکن درحقیقت تعلق مع اللہ ہفت اقلیم کی سلطنت سے زیادہ قیمتی شے ہے، یہ نعمت جو صدیوں کے مجاہدوں سے حاصل نہیں ہوتی، وہ ان تکالیف اور مصائب کی وجہ سے پل بھر میں حاصل ہوجاتی ہے۔

نفس ایک کاغذ کی مانند ہے:

بزرگوں نے ایک بات بڑے کام کی بتائی کہ دنیا میں اللہ کے احکاموں کے مطابق زندگی گزارنا مجاہدے کے بغیر ناممکن ہے، قطب عالم فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بعض اوقات بعض مباحات کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے اور حضرت گنگوہیؒ نے اسے ایک مثال سے سمجھایا کہ ایک کاغذ کو موڑ دیں، پھر اسے سیدھا کرنا چاہیں تو وہ بالکل سیدھا نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں ایک سلوٹ پڑ چکی ہے اور اسے سیدھا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے الٹی طرف موڑ دیا جائے کیونکہ الٹی طرف موڑنے سے کاغذ سیدھا ہوجائے گا، بالکل یہی حال مجاہدے کا ہے کہ نفس انسانی گناہوں کا خوگر اور عادی بن چکا ہے، اسے سیدھے رخ پر لانا چاہیں تو وہ نہیں آتا، لہٰذا اسے سیدھا کرنے کے لئے الٹے رخ پر موڑنا پڑے گا، اب اس سے کچھ جائز کام بھی چھڑانے پڑیں گے، جب اس سے کھانا، پینا اور جائز خواہشات کی تکمیل چھڑائی جائے گی تو انشاء اللہ ایسا کرنے سے خود بخود سیدھا ہوجائے گا، لہٰذا نفس کے سرکش گھوڑے کو قابو کرنے کے لئے مجاہدہ بہت ضروری ہے، لیکن بعض اوقات اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے آدمی مجاہدہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر کرنا بھی چاہے تو نہیں کرپائے، جیسے ہم لوگ آج کل مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کرسکتے، لیکن یاد رکھیں! یہ مصائب غیر اختیاری مجاہدے ہوتے ہیں، ہم نے اپنے نفس کو گناہوں کی طرف موڑ رکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس غیر اختیار مجاہدے کے ذریعے اپنی طرف موڑ دیا تاکہ گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے بعض اوقات اس غیر اختیاری مجاہدے کے ذریعہ باطنی طور پر اتنی زیادہ ترقی ہوتی ہے جو اختیاری مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

مصائب پر صبر کریں:

یہ مصائب دراصل ہماری روح کے فاسد مادے ہوتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ روحانی آپریشن کے ذریعہ صاف کرتے ہیں۔

انسان خواہ لاکھ چیخے چلائے، لیکن اللہ تعالیٰ روحانی ترقی کے لئے اپنی ذات کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، اسی لئے فرمایا گیا کہ بخار آوے تو سمجھو کہ گناہ معاف ہورہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ جب کسی بیمار کے پاس خصوصاً کسی بخار والے کے پاس جاؤ تو کہو: "لابأس طهورٌ انشاء الله" (کوئی حرج نہیں، انشاء اللہ یہ بیماری تمہارے لئے پاکی کا ذریعہ ہوگی)۔ یعنی یہ بخار گناہوں اور گندگیوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اسے مصیبت یا پریشانی سمجھ کر اپنے اوپر طاری نہ کرلینا، دنیا میں جتنے بھی خلاف طبیعت امور پیش آئیں تو سمجھیں کہ یہ سب غیر اختیاری مجاہدات ہیں، لیکن زندگی میں کبھی بھی مصائب کو طلب نہ کریں، آجائیں تو اضافہ نہ چاہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے ان کا ازالہ طلب کریں اور اس بات کا یقین بھی ہو کہ ان مصائب میں میری دنیا و آخرت کا نفع

پوشیدہ ہے' اسی کا نام صبر ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ انعامات کی بارش فرماتے ہیں' اس بات کا تجربہ کرکے دیکھ لیں کہ مصائب میں صبر کرنے سے اس مصیبت کے دور ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے تعلق میں کتنا اضافہ ہوتا ہے؟ اور یہی چیز اس بات کی علامت بھی ہے کہ آیا یہ مصیبت اللہ کی طرف سے رحمت ہے؟ یا اس کی طرف سے عذاب ہے؟ اس لئے کہ بعض اوقات مصائب رحمت ہوتے ہیں' جب کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے عذاب رحمت کی شکل اختیار کرلیتے ہیں' جس مصیبت میں اللہ کی طرف رجوع کی توفیق میسر ہو جائے اور اللہ کی قدرت اور مشیت پر راضی بھی ہو تو سمجھ لیں کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے اور اگر کسی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہو یا اللہ کی طرف سے رجوع میں کمی ہو جائے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ یہ تکلیف وبال اور مصیبت ہے۔

صبر ایوب علیہ السلام:

انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا نمونہ عملی رکھا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام پر کیسی خطرناک بیماری مسلط کردی گئی کہ تمام چاہنے والے اعزاء و اقارب نے ساتھ چھوڑ دیا' ایسے وقت میں شیطان آکر بہکاتا ہے کہ ایوب! یہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب ہے' جواباً حضرت ایوب علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ نہیں! یہ بیماری عذاب نہیں بلکہ رحمت ہے' اس لئے کہ اس حالت میں بھی مجھے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے کی نہیں بلکہ اسے پکارنے کی توفیق مل رہی ہے۔

"اے اللہ! اس بیماری نے مجھے پریشان کردیا ہے' آپ رحم کرنے والے ہیں' مجھ پر رحم فرمایئے۔" (سورۃ انبیاء:۸۳)

مصائب میں دعا نہ چھوڑیں:

اسی لئے بزرگوں نے تجویز فرمایا ہے کہ بیماری یا تکلیف میں اپنے معمولات کو بالکل ترک کرنے کے بجائے کچھ کم کردینا چاہئے' تعداد میں کمی کردے یا کیفیت میں کمی کردے' لیکن مکمل طور پر ترک نہ کرے' اس لئے کہ اگر مکمل طور پر ترک کردیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ مصیبت باعث وبال نہ بن جائے' بعض اوقات لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دعا کرتے کرتے تھک گئے لیکن معاملہ جوں کا توں ہے' کوئی فرق نہیں پڑا' یاد رکھیں کہ دعا کرتے کبھی تھکنا نہیں چاہئے' اس لئے کہ دعا بھی رائیگاں اور بیکار نہیں جاتی' کبھی تو وہی مل جاتا ہے جو طلب کیا تھا اور کبھی اس سے بہتر مل جاتا ہے اور کبھی دنیا میں کچھ نہیں ملتا' بلکہ آخرت میں مل جاتا ہے' اور اگر خدانخواستہ دعا سے تھک کر بیٹھ گئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ تکلیف عذاب میں داخل تھی' یہ خدا کی رحمت نہ تھی' اس بات سے بالکل بے پرواہ ہوکر کہ کیا مل رہا ہے؟ اور کتنا مل رہا ہے؟ بس دعا مانگتے ہی رہیں' مانگنے میں بالکل شرم اور جھجک محسوس نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ! آپ آقا ہیں اور میں بندہ ہوں' آپ دیں گے تب بھی مانگوں گا' نہیں دیں گے تب بھی مانگوں گا' اے میرے مالک! اس در کے سوا کوئی در نہیں ہے' جاؤں تو کہاں جاؤں؟ تیرے سوا کوئی آستانہ دکھائی نہیں دیتا' اپنی پیشانی کو ٹیکوں تو کہاں ٹیکوں؟ اپنے سر کو جھکاؤں تو کہاں جھکاؤں؟ جو بھی اس بات کی عادت بنالیتا ہے کہ مانگتے ہوئے کبھی نہیں تھکتا' خواہ ملے یا نہ ملے' بس مانگتا رہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے وہ مقام عطا فرمادیتے ہیں جو اس کے وہم و گمان سے بھی باہر ہوتا ہے۔

صبر کا خلاصہ:

لہٰذا صبر کا خلاصہ یہ نکلا کہ اظہار تکلیف یعنی رونا وغیرہ صبر کے منافی نہیں' البتہ اللہ کے فیصلے پر شکوہ اور شکایت کرنا بے صبری ہے' اظہار تکلیف بھی ہو اور ازالہ تکلیف' یعنی اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار ہو' کوئی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ نہ ہو: اے اللہ میں کمزور ہوں۔ اس بات کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے کہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں' انسان کو تکلیف کے ازالے کے لئے دعا مانگتے رہنا چاہئے' جس سے انشاء اللہ یہ تکلیف باعث اجر بنے گی' اور اخروی راحت کا ذریعہ بن سکے گی' اور یہ مصائب جس نوعیت کے بھی ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے' بیماری ہو یا آزاری' تنگ دستی ہو یا بے روزگاری' خواہ کوئی بھی تکلیف ہو' ہر تکلیف کے بارے میں یہی اصول ہے' جس پر عمل کرنے سے انسان مستحق اجر و ثواب بنتا ہے اور صوفیائے کرام نے اپنی پوری زندگی کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے یہ بات بتائی کہ باطنی ترقی کے لئے صبر کی عبادت جس قدر مفید ہوتی ہے' کوئی دوسری عبادت اس قدر اثر انداز نہیں ہوسکتی' جیسے ایک شاعر نے کہا:

وادی عشق بسے دور و دراز است ولے
طے شود جادہ صد سالہ با آہے گاہے

ترجمہ: عشق کی وادی یوں تو بہت دور ہے لیکن کبھی یہ فاصلہ صرف ایک آہ

باقی صفحہ ۸ پر

PET BOTTLE
آپ کا پسندیدہ مشروب
رُوح افزا
خوب صورت اور مضبوط، ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ
'PET' بوتل
میں دستیاب ہے
معیار ہر قیمت پر
اور ہاں! ہر 'PET' بوتل میں
50 ملی لیٹر
زیادہ رُوح افزا بھی
راحتِ جاں
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
ہمدرد
www.hamdard.com.pk

ذوالقرنین اور سدّ سکندری

کامران احمد

"یسئلونک عن ذی القرنین" بیان تین سوالوں میں سے ایک ہے جو یہود مدینہ نے مشرکین کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا' اور نبوت کی دلیل قرار دیا تھا۔ قرآن نے ذوالقرنین کا قصہ بہت تفصیل سے بیان کرکے یہود کو لاجواب کردیا مگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔

ذوالقرنین ایک صالح' نیک اور عادل بادشاہ تھا جو مشرق و مغرب میں گیا اور ان کے ممالک کو زیر نگیں کیا اور ان میں عدل و انصاف کی حکمرانی قائم کی۔ مفتوحہ قوموں کے لئے وہ سراپا رحمت و شفقت تھا۔ اس نے تمام بھاری ٹیکس اور خراج بالکل معاف کردیا تھا۔ اس کے سخت دشمن بھی جب اس کے سامنے گرفتار کرکے لائے گئے تو اس نے ان کی معافی کا اعلان کردیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہر طرح کے سامان اپنے مقاصد پورا کرنے کے لئے عطا کردیئے گئے تھے' انہوں نے فتوحات کرتے ہوئے تین اطراف میں سفر کیا۔ مغرب اقصیٰ تک اور مشرق اقصیٰ تک' پھر جانب شمال میں کوہستانی سلسلوں تک۔ اسی جگہ انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان درے کو ایک عظیم الشان آہنی دیوار کے ذریعہ بند کردیا جس سے یاجوج ماجوج کی تاخت و تاراج سے ملکی علاقہ کے لوگ محفوظ ہوگئے۔

ذوالقرنین کی تحقیق:

ذوالقرنین کے معاملے میں یہ عجیب و غریب اتفاق ہے کہ اس نام سے دنیا میں متعدد بادشاہ مشہور ہوئے ہیں اور ہر زمانے میں ذوالقرنین کے ساتھ "سکندر" بھی شامل تھا۔ اسی وجہ سے اس کی شخصیت کی تعیین میں مفسرین' محدثین اور مؤرخین کا اختلاف ہے کہ سکندر ذوالقرنین سے کون ذوالقرنین مراد ہے؟

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ان اختلافات کو بالتفصیل ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"۱:...... ملوک حمیر یمن میں سے ایک پر قوت بادشاہ الصعب قرین بن الہمال گزرا ہے۔ عرب اس کو ذوالقرنین کہتے تھے اور ان کے مؤرخوں کا خیال یہ تھا کہ یہی قرآنی ذوالقرنین ہے۔

۲:...... ملک حیرہ (سرحد ایران و عرب) کے خاندان الخمیہ کا فرمانروا ابن امرئ القیس جو منذر الاکبر بھی کہلاتا ہے' وہ بھی اسی لقب کا حامل ہے' اس لئے کہ اس کی پیشانی کے دونوں طرف گھونگھر والے کاکل تھے' اس کی مدت سلطنت ۴۹ سال رہی اور اس کی ماں کا نام ماء السماء تھا۔

۳:...... مفسرین کا بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ قرآنی ذوالقرنین یونان کا مشہور کشور کشا اسکندر مقدونی (۳۵۶ ق۔م تا ۳۲۳ ق۔م) ہوا ہے۔

۴:...... اسکندر سے مراد یہ مشہور سکندر مقدونی نہیں بلکہ ایک قدیم تر سکندر ہے جو موحد تھا اور حضرت ابراہیم کا ہمعصر یعنی سکندر مقدونی سے دو ہزار سال قبل تھا' تاریخ اس سکندر کے ذکر سے خاموش ہے۔

۵:...... جس کے نام کے تلفظ مختلف زبانوں میں سائرس' گورش' کےخسرو ہیں اس کی وفات ۵۲۹ ق۔م میں ہوئی ہے۔ یہ فارس اور میڈیا دونوں ملکوں کا متفقہ بادشاہ تھا اور اپنے زمانے کا بڑا مشہور فاتح و کشور کشا تھا۔" (تلخیص تفسیر ماجدی جلد سوم ص ۱۵۱' ۱۵۲ مطبوعہ مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ اشاعت ۲۰۰۲ء)

ثالث الذکر ذوالقرنین جس کو سکندر یونانی' مقدونی' رومی وغیرہ کے القاب سے جانا جاتا ہے' اس کا وزیر مشہور فلسفی ارسطو تھا اس کو قرآنی ذوالقرنین کہنا

سراسر غلط ہے کیونکہ یہ شخص آتش پرست مشرک تھا۔ قرآن کریم نے جس ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے ان کے نبی ہونے میں تو علماء کا اختلاف ہے مگر مومن و صالح ہونے میں سب کا اتفاق ہے اور خود قرآن کریم کے نصوص اس کے صالح و مومن ہونے پر شاہد ہیں۔ (معارف القرآن جلد پنجم ص ۶۳۰ مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی سن اشاعت ۱۹۹۸ء)

مؤخر الذکر ذوالقرنین جس کو مختلف نام سائرس، گورش، کے خسرو سے جانا جاتا ہے، یہ مسلمان عادل بادشاہ تھا اور اس کے وزیر حضرت خضر تھے اور حضرت خضر نبی تھے۔ (قصص القرآن جلد سوم ص ۱۲۵ مطبوعہ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی سن اشاعت ۱۹۷۳ء)

قرآن کریم نے جن اوصاف و کمالات کا ذکر کیا ہے، وہ تمام اوصاف و کمالات اس میں پائے جاتے ہیں، حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶ اور تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۳۲۶ میں اور صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم صفحہ ۲۶۲ میں مختلف دلائل سے اسی کو قرآنی ذوالقرنین ثابت کیا ہے۔ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد چہارم میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، تاریخ کے بیانات اور یہود کی مذہبی کتابوں کے حوالہ سے اپنا نقطہ نظر ثابت کیا ہے، انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۵۵۹ قبل از مسیح میں ایک غیر معمولی شخصیت "سائرس" غیر معمولی حالات کے اندر ابھری اور اچانک تمام دنیا کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں، پہلے ایران کی سلطنت دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی، جنوبی حصہ فارس کہلاتا تھا اور شمالی مغربی میڈیا (یہ وہ ہے جس کو عرب مورخ "ماہات" کے نام سے یاد کرتے ہیں) اس کی کوششوں سے دونوں مملکتیں مل کر ایک عظیم الشان شہنشاہی کی صورت اختیار کر گئیں، پھر اس کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ ابھی بارہ برس کی مدت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ بحر اسود سے لے کر بلخ یا (Bactria) "باختر" تک ایشیا کی تمام عظیم الشان مملکتیں اس کے آگے سرنگوں ہو چکی تھیں۔ (تلخیص ترجمان القرآن جلد چہارم صفحہ ۳۳۰ تا ص ۳۳۲)

"ذوالقرنین" کی وجہ تسمیہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے امام بغویؒ سے سات اقوال نقل کئے ہیں:

"(۱) آفتاب کے دو کنارے ہیں، مشرق و مغرب ذوالقرنین دونوں کناروں تک جا پہنچا تھا۔

(۲) روم اور فارس دونوں کا بادشاہ تھا۔

(۳) روشن دنیا میں بھی رہا اور ظلمات میں بھی داخل ہوا، (شاید یہ مراد ہے کہ افریقہ بلاد سوڈان اور روم دونوں جگہ گیا نور سے مراد گوروں کا ملک اور ظلمت سے مراد کالوں کا ملک)۔

(۴) اس نے خواب دیکھا تھا کہ آفتاب کے دونوں کنارے اس نے پکڑ لئے ہیں۔

(۵) اس کے دو خوبصورت گیسو تھے (قرن گیسو یا زلف)۔

(۶) اس کے دو سینگ یعنی سر میں دو ابھار تھے جن کو عمامہ سے چھپائے رکھتا تھا، ابن عبدالحکمؒ نے یونس بن عبید کی روایت سے اور شیرازی نے الالقاب میں قتادہ کے حوالہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

(۷) ابوالطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے "ذوالقرنین" کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ اس نے اپنی قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی قوم نے اس کے سر کے دائیں طرف ایسی چوٹ ماری کہ وہ مر گیا، پھر اللہ نے اس کو زندہ کیا اور اس نے قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی قوم نے پھر اس کے سر کے بائیں جانب ایسی ضرب لگائی کہ وہ مر گیا پھر اللہ نے اس کو زندہ کر دیا۔" (تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

اس کے علاوہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے بھی قصص القرآن جلد سوم میں مذکورہ وجوہات کے ساتھ اور بھی وجہیں بیان کی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

"(۱) اس کی دو لٹیں دراز تھیں اور وہ ہمیشہ اپنے بالوں کے دو حصے کرتا اور ان کی چٹیاں گوندھ کر دونوں کاندھوں پر ڈالے رکھتا تھا، دونوں کو قرن سے تشبیہ دے کر اس کو یہ لقب دیا گیا، یہ قول حسن بصریؒ کی جانب منسوب ہے۔

(۲) وہ نجیب الطرفین تھا اس لئے والدین کی نجابت کو قرنین کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور وہ ذوالقرنین لقب ہوا۔

(۳) اس نے اس قدر طویل عمر پائی کہ انسانی دنیا کے دو قرن (صدیوں) تک زندہ رہا۔

(۴) وہ جب جنگ کرتا تو بیک وقت دونوں ہاتھوں سے ہتھیار چلاتا بلکہ دونوں رکابوں سے بھی ٹھوکر لگاتا۔

(۵) وہ ظاہر و باطن دونوں علوم کا حامل تھا۔" (قصص القرآن جلد سوم صفحہ ۱۵۱'۱۵۲)

ذوالقرنین نبی تھے یا عبد صالح:

ذوالقرنین کے نبی یا رسول یا محض عبد صالح ہونے میں بھی مفسرین و محدثین کا اختلاف ہے' سلف صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی جانب گئی ہے کہ ذوالقرنین محض عبد صالح ہیں' نبی یا رسول نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے قصص القرآن میں بالتفصیل اس پر روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"حضرت علیؓ کی اس روایت میں کہ جس میں ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے' ان کا یہ قول موجود ہے:

"ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ فرشتہ وہ ایک انسان تھے' جنہوں نے اللہ کو محبوب رکھا' پس اللہ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے بلکہ ایک نیک اور صالح بادشاہ تھے۔

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو پسند فرمایا' اور اپنی کتاب قرآن میں ان کی تعریف فرمائی اور وہ فاتح کامیاب بادشاہ تھا۔"

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ بھی ذوالقرنین کو صالحین میں سے مانتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق ہے کہ وہ صالحین میں سے تھے' چنانچہ "عقیدۃ الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں:

"بلکہ وہ نیک بادشاہوں میں سے تھا اور اس کا نسب قدیم سامیوں میں تھا ہے۔" (قصص القرآن جلد سوم صفحہ ۲۲۳'۲۲۵)

ان کے علاوہ اور بھی مفسرین و محدثین ان کے فقط عبد صالح اور نیک بادشاہ ہونے پر متفق ہیں۔ واللہ اعلم' اور جو لوگ ان کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

"اور ہم نے اس کو ہر چیز کا سامان دیا تھا۔" (سورۂ کہف پ۱۶ آیت ۸۴)

اس آیت کریمہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو' ضحاک وغیرہ دوسرے مفسرین نے ذوالقرنین کو نبی مانا ہے' بعض نے مرسل اور بعض نے غیر مرسل۔ (حیات خضر از مولانا سید اصغر حسین دیوبندی)

اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے ان کو ہر چیز عطا فرمائی وہ ازروئے نبوت بھی ہے:

"ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! یا تو تو ان لوگوں کو تکلیف دے اور یا رکھ ان میں خوبی' بولا: جو کوئی ہوگا بے انصاف' سو ہم اس کو سزا دیں گے' پھر لوٹ جائے گا اپنے رب کے پاس' وہ عذاب دے گا اس کو برا عذاب۔"

(سورۂ کہف پ۱۶ آیت ۸۶'۸۷)

اس آیت کو دلیل بنا کر ابوحیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ ذوالقرنین کو جو یہاں حکم دیا گیا ہے' وہ اس قوم کے قتل و سزا کا حکم ہے' اس طرح کا کوئی حکم بغیر وحی نبوت کے نہیں دیا جاسکتا' یہ کام نہ کشف و الہام سے ہوسکتا ہے' نہ بغیر وحی نبوت کے کسی اور ذریعے سے' اس لئے اس کے سوا کوئی احتمال صحیح نہیں کہ یا ذوالقرنین کو خود نبی مانا جائے یا پھر کوئی نبی ان کے زمانے میں موجود ہوں' جن کے ذریعہ ان کو خطاب ہوتا ہو۔ واللہ اعلم (معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۳۳)

بعض حضرات حضرت عمرو بن العاصؓ کی جانب یہ نسبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ذوالقرنین کو نبی مانتے ہیں:

"عبداللہ بن عمرو العاصؓ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے۔"

(قصص القرآن جلد سوم ص۲۲۵)

بہرحال راجح قول یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ عادل اور صالح بادشاہ تھے' چنانچہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنا آخری فیصلہ دیتے ہیں:

"اور صحیح یہ ہے کہ ذوالقرنین عادل بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔"

(قصص القرآن جلد سوم ص۲۲۵)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"تو اول ذوالقرنین ایک عبد صالح مومن تھا اور عادل بادشاہ تھا' اس کے وزیر خضر تھے اور وہ (خضر) اس تحقیق کے مطابق جو ہم بیان کرچکے ہیں' بے شک نبی

تھے۔" (قصص القرآن جلد سوم ص ۲۴۹)

ذوالقرنین کا مذہب:

قرآن کریم کی آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مومن' موحد اور آخرت پہ یقین رکھنے والا بادشاہ تھا' تاریخوں سے بھی اس بات کی تائید و تصدیق ہوتی ہے' سائرس زرتشت کا ہم منصب اور اس کا پیرو تھا۔ زرتشت کی اصل تعلیمات میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا صحیح تصور ملتا ہے' اگرچہ بعد میں دیگر مذاہب کی طرح یہ مذہب بھی تحریفات کی دست برد سے محفوظ نہیں رہا بلکہ ثنویت کے تصورات اس پر غالب آ گئے' دارا اپنے کتبوں میں اہورمزدا (اللہ) کا شکر ادا کرتا ہے' اپنی سلطنت کو اسی کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرتا ہے' اور اس سے راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق مانگتا ہے' ظاہر ہے کہ یہ دینداری اس کو ذوالقرنین ہی سے وراثت میں ملی تھی۔ ذوالقرنین کو اہیا بنی اسرائیل سے بھی بڑی عقیدت تھی' یہ چیزیں اس کے اندر دینی رجحانات کی تقویت کا باعث ہوئیں۔ (تدبر قرآن جلد چہارم ص ۶۱۹ مطبوعہ تاج کمپنی دہلی)

دارا کے کتبوں میں سے ایک کتبہ جو اس کے مومن' موحد' مسلمان ہونے پر دلالت کرتا ہے' وہ یہ ہے:

"خدائے برتر اہورمزدہ ہے' اسی نے زمین پیدا کی' اسی نے آسمان بنایا' اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا حکمراں اور آئین ساز بنایا۔ اہورمزدہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بادشاہت دی اور اسی کے فضل سے میں نے زمین میں امن وامان قائم کیا۔ میں اہورمزدہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے' میرے خاندان کو' ان تمام ملکوں کو محفوظ رکھے' اے اہورمزدہ! میری دعا قبول کر' اے انسان! اہورمزدہ کا تیرے لئے حکم ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر' صراط مستقیم کو نہ چھوڑ' گناہ سے بچتا رہ۔"

(قصص القرآن جلد سوم ص ۱۷۴)

"حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ"

ذوالقرنین نے تین بڑی مہمات سر کی تھیں' ان کے ذریعہ تقریباً دنیا کے اکثر حصہ کا احاطہ کر لیا تھا' پہلا سفر جانب مغرب' دوسرا مشرق کی سمت اور تیسرا شمال کی طرف' ان کا ذکر قرآن نے یہاں سے کیا ہے۔

مغربی مہم:

بلغ مغرب الشمس سے مراد مغرب میں ساحل سمندر تک پہنچنا' یعنی سمت مغرب میں ملتہائے خشکی پر۔

تاریخ وجغرافیہ کی شہادت یہ ہے کہ سکندر "ذوالقرنین" کی ابتدائی فتوحات کی سمت (یعنی مغربی سمت میں) ایک بڑی جھیل آکریڈا کے نام سے جنوبی سربیا (موجودہ یوگوسلاویہ) میں واقع ہے۔ مناستا سے کوئی پچاس میل جانب مغرب' اس کا پانی جن زمین دوز چشموں سے آتا ہے وہ بڑے گدلے ہیں یا سیاہی مائل یہاں تک کہ جو دریا اس جھیل سے نکلا ہے اس کا نام بھی دریائے سیاہ ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد سوم ص ۱۵۴' ۱۵۵)

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ترجمان القرآن حصہ چہارم میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے:

"تخت نشینی کے بعد سب سے پہلی جنگ جو اسے پیش آئی وہ لیڈیا کے بادشاہ کروئیسس سے تھی' لیڈیا سے مقصود ایشیائے کوچک کا مغربی اور شمالی حصہ ہے جو یونانی تمدن کا ایشیائی مرکز بن گیا تھا' جس کا پایہ تخت سارڈیس تھا' اس جنگ میں بھی وہ فتحیاب ہوا اور ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیر نگیں تھا' وہ برابر بڑھتا گیا' یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا' قدرتی طور پر اس کے قدم یہاں پہنچ کر رک گئے' اس لئے کہ سمندروں کی موجوں پر چلنے کے لئے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔

جب سائرس سارڈیس کی تسخیر کے بعد آگے بڑھا ہوگا تو یقیناً بحر ایجین کے اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہوگا' جو سمرنا کے قرب وجوار میں واقع ہے' یہاں اس نے دیکھا ہوگا کہ سمندر نے ایک جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے' ساحل کی کیچڑ سے پانی گدلا ہو رہا ہے اور شام کے وقت اسی میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے' اسی صورت حال کو قرآن نے وجدھا تغرب فی عین حمئۃ سے بیان کیا ہے۔" (ترجمان القرآن جلد چہارم بحوالہ معرکہ ایمان و مادیت ص: ۱۰۹ از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

و وجد عندھا قوما اس سیاہ چشمے کے پاس ذوالقرنین نے ایک قوم کو پایا' آیت کے اگلے حصے اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کافر تھی' اسی وجہ سے اللہ نے ان کو اختیار دے دیا کہ آپ چاہیں تو ان سب کو پہلے ان کے کفر کی سزا دیں یا تو ان سے احسان کا معاملہ کریں۔

مشرقی مہم:

مطلع الشمس سے مراد سمت مشرق میں منتہائے آبادی پر پہنچنا ہے۔

مشرقی مہم کے اسباب:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کا سبب مکران' قندھار اور بلخ کے وحشی اور صحرا گرد قبائل کی سرکشی تھی۔ انہوں نے فارس کی مشرقی سرحد پر بدامنی پھیلا رکھی تھی' بالآخر ذوالقرنین کو ان کی سرکوبی کے لئے اٹھنا پڑا اور یہ سارے علاقے اس نے فتح کر لئے۔ (تدبر قرآن جلد چہارم)

مشرقی مہم کے متعلق مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے' اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی' اس پیش قدمی میں وہ مکران اور بلخ تک پہنچ گیا اور ان وحشی اقوام پر فتح حاصل کی جو تہذیب و تمدن سے بیگانہ تھیں' یہ ٹھیک ٹھیک قرآن کے اس اشارے کی تصدیق کرتا ہے "وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها ستراً" اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لئے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی یعنی خانہ بدوش قبائل تھے۔ (ترجمان القرآن جلد چہارم بحوالہ معرکۂ ایمان و مادیت صفحہ ۱۰۹ از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

یہ مہم ۵۴۰ تا ۵۴۵ قبل از مسیح کی درمیانی مدت میں واقع ہوئی ہوگی۔ (ترجمان القرآن جلد چہارم ص ۴۴۳)

شمالی مہم کے اسباب:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے قصص القرآن میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے' جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ذوالقرنین (خورس) سے تقریباً پچاس برس پہلے بابل کی حکومت پر بخت نصر نظر آتا ہے' اور اس زمانے کے عقائد کے مطابق وہ نہ صرف بادشاہ تھا بلکہ بابلی اصنام میں سب سے بڑے صنم کا مظہر اور دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا' وہ ایک بہت بڑا ظالم بادشاہ تھا' وہ جس حکومت کو چاہتا اپنے قہر و غضب کا شکار بنا کر اس کے باشندوں کو ہولناک اور سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا' اس نے اپنے دور حکومت میں یروشلم (بیت المقدس) پر تین مرتبہ حملہ کیا اور فلسطین کو تباہ و برباد کر کے تمام باشندوں کو مویشیوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا' لیکن کچھ عرصہ بعد بخت نصر مر گیا اور اس کا جانشین نابونی دس مقرر ہوا مگر اس نے حکومت کا تمام کام بادشاہی خاندان کے ایک شخص بیل ساز کے اوپر ڈال دیا' یہ شخص بہت عیاش و ظالم تھا۔

اہل بابل عرصہ سے بیل ساز را کے مظالم سے چھٹکارا پانے کی تجویزیں سوچ رہے تھے کہ ان کے بعض سرداروں نے مشورہ دیا کہ ایران کے زبردست عادل بادشاہ سے مدد حاصل کی جائے' چنانچہ ۵۴۰ ق۔م میں بابلی سرداروں کا ایک وفد خورس کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ مشرقی مہم میں مصروف تھا' خورس نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو اطمینان دلایا کہ اپنی اس مہم سے فارغ ہو کر ضرور بابل پر حملہ کرے گا اور اس ظالم و عیاش بادشاہ سے نجات دلائے گا' خورس جب اپنی مہم سے فارغ ہو گیا تو حسب وعدہ اس نے بابل پر حملہ کر دیا۔" (تلخیص قصص القرآن جلد سوم صفحہ ۱۶۹' ۱۷۱)

بابل جیسے مضبوط دارالسلطنت پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کو بادشاہ کے مظالم سے نجات دلائی' اس کے بعد اس نے اپنی لشکر کشی ایسے علاقے تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے' اس میں وہ بحر خزر (کاسپین) کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا کے سلسلے کوہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں اسے ایک درہ ملا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا' اس مقام پر جب وہ پہنچا تو ایک قوم نے اس سے یاجوج ماجوج قبائل کے تاراج کی شکایت کی' جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا:

"ان لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج ہماری زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔"

(سورۂ کہف پ ۱۶ آیت ۹۴)

یہی وہ درہ ہے جہاں سے یاجوج ماجوج آ کر اس طرف کے علاقہ میں تاخت و تاراج کیا کرتے تھے' چنانچہ ذوالقرنین نے لوہا اور تانبا کی ایک سد (دیوار) قائم کر دی۔

یاجوج ماجوج کون تھے:

یاجوج ماجوج کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

"عہد عتیق کے صحیفے حزقی ایل کے باب ۳۸، ۳۹ میں یاجوج ماجوج کا ذکر بار بار آیا ہے، لیکن کچھ تفصیلات بیان نہیں ہوئی ہیں۔ بائبل کے شارحین بھی آج تک ان کی تعیین میں مضطرب ہیں، کوئی یاجوج ماجوج کو دو قومیں قرار دیتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یاجوج ماجوج قوم کا نام نہیں، مقام کا نام ہے، عام طور پر ان لوگوں کی سکونت ایشیائے کوچک اور آرمینیا میں سمجھی گئی ہے۔"

(تلخیص تفسیر ماجدی جلد سوم ص ۱۵۸)

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے یاجوج ماجوج کے بارے میں جو اقوال ذکر کیے ہیں، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

امام بغوی نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔ ضحاک نے کہا ہے کہ وہ ترکوں کی ایک نسل سے ہیں۔ سدی نے کہا کہ ترک یاجوج ماجوج کا ایک فوجی دستہ تھا جو پہاڑوں سے درے نکل آتا تھا، جب ذوالقرنین نے دیوار (سد) بنادی تو وہ دستہ پہاڑوں سے ادھر ہی رہ گیا، تمام ترک اسی کی نسل سے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ یاجوج کے ۲۲ قبائل تھے، ذوالقرنین نے سد بنائی تو ایک قبیلہ ادھر ہی رہ گیا، اسی ایک قبیلہ کو ترک کہا جاتا ہے، کیونکہ سد کے درے اس کو ترک کردیا (چھوڑ دیا) گیا تھا۔ حضرت حذیفہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک الگ قوم ہے، ماجوج دوسری قوم ہے۔ ہر ایک کی تعداد چار سو ہزار (چار لاکھ) ہے، وہ سب آدم کی اولاد ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی پشت یعنی نسل سے پیدا شدہ ایک ہزار آدمی ایسے نہ دیکھ لے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل ہوں (یعنی جوان ہوں) یہ لوگ غیر آباد دنیا کی طرف پھیلتے چلے جائیں گے۔

امام بغوی نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج تین طرح کے ہیں، ایک قسم تو درخت ارز کے برابر ہے، ان میں سے ہر شخص کا قد ایک سو بیس ہاتھ لمبا ہے، دوسری قسم کا طول وعرض برابر ہوتا ہے، ۱۲۰ ہاتھ لمبا اور اتنا ہی چوڑا، ان کے سامنے کوئی پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ تیسری قسم وہ ہے جو ایک کان بچھاتے ہیں اور ایک کان اوڑھتے ہیں (قیامت کے قریب جب یہ برآمد ہوں گے تو) جو گھوڑا یا خنزیر یا جنگلی وحشی جانور ان کے سامنے آجائے گا اس کو بغیر کھائے نہیں چھوڑیں گے، ان میں سے جو کوئی مرتا ہے اس کو کھالیتے ہیں۔ ان کا اگلا دستہ شام میں اور پچھلا دستہ خراسان میں ہوگا۔ مشرق کے تمام دریاؤں اور بحیرۂ طبریہ (بحیرۂ مردار) کا پانی پی جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں سے بعض کا طول ایک بالشت اور عرض ایک ہاتھ ہے اور بعض بہت زیادہ لمبے ہیں۔ (تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم ص ۱۹۷ تا ۱۹۹)

خروج یاجوج ماجوج:

فتنۂ دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ میں اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو نکالوں گا جن کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہ ہوگی، آپ مسلمانوں کو جمع کرکے کوہ طور پر چلے جائیں۔ حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھول دیں گے تو وہ سرعت سیر کے سبب ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

یاجوج ماجوج کے کھلنے کے وقت سد ذوالقرنین منہدم ہوجائے گی اور یہ لاتعداد وحشی انسان عام انسانی آبادی اور پوری زمین پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کے قتل وغارت گری کا کوئی مقابلہ نہ کرسکے گا۔

یاجوج ماجوج کے قتل وغارت گری، تاخت وتاراج کے سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو یہ قوم بیک وقت ہلاک ہوجائے گی اور ان کی لاشوں سے ساری زمین پٹ جائے گی، ان کی بدبو کی وجہ سے زمین پر بسنا دشوار ہوجائے گا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء ہی کی دعا سے ان کی لاشیں دریا برد یا غائب کردی جائیں گی اور ایک عالمگیر بارش کے ذریعہ زمین دھوکر پاک وصاف کردی جائے گی۔

اس کے بعد تقریباً چالیس سال امن وامان کا دور دورہ رہے گا، زمین اپنی برکات کھول دے گی، کوئی مفلس ومحتاج نہ رہے گا، سکون واطمینان راحت وآرام عام ہوگا، بیت اللہ کے حج وعمرہ جاری رہیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ دجال ویاجوج ماجوج کے بعد چالیس سال قیام فرمائیں گے، اس کے بعد مدینہ طیبہ میں وفات پائیں گے اور روضۂ اقدس میں دفن کیے جائیں گے۔

(تلخیص معارف القرآن جلد پنجم ص ۲۴۰ تا ۲۴۸)

☆☆..........☆☆

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

رفیق احمد

عرصہ سے ایک تمنا دل میں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے حالات عوام الناس کے سامنے دلکش‘ سادہ اور سہل انداز سے پیش کیے جاویں‘ اور سلسلہ تادیر جاری رہے‘ اب اللہ رب العزت کے بھروسہ پر اس کو شروع کر رہا ہوں‘ اور دعا کرتا ہوں: ”رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر“ (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں‘ ان میں تم جس کی اقتدار کرو گے ہدایت یاب ہو جاؤ گے) آج دنیا افراد کی زندگیوں کے خاکے پیش کر رہی ہے‘ مگر ان زندگیوں کا مطالعہ ہمارے اندر کن تاثرات کو پیدا کر رہا ہے؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے‘ جب لوگ اسٹالن اور لینن‘ برنارڈ شا اور میکالے کی سوانح حیات کو عام کرنے میں لگے ہوئے ہیں‘ ضرورت ہے کہ ہم دنیا کو ان مقدس ہستیوں کے حالات سے روشناس کرائیں‘ جن کے پاکیزہ اخلاق‘ سیرت اور کردار ہمیں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہونے کی دعوت دے رہے ہیں‘ حضرات صحابہ کرامؓ میں بعض اوصاف مشترک تھے اور ایک امتیازی وصف مشترک ان کا تھا دنیا سے بے نیازی‘ بعض کوتاہ بیں اور تاریخ سے جاہل کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاس دنیا تھی ہی کب جو وہ اس پر مفتوں ہوتے‘ اس کے والہ و شیدا بنتے‘ سلمہائے زمانہ کے

اس اعتراض کا جواب مضمون مندرجہ ذیل میں دیا گیا ہے‘ فیضان نبوی نے ان کو شاعر کے اس شعر کا مصداق بنا دیا تھا:

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت
غرق ہے آب میں پر تر ہیں صلا گوہر

اس مبارک سلسلہ کی ابتداء حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ذکر سے کرتا ہوں۔

یوں تو ہر صحابی کی زندگی ہر مرد مسلم کے لئے مشعل راہ ہے‘ لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی زندگی موجودہ دور کے خدا فراموش سرمایہ دار مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ عبرت ہے‘ عام طور پر مشہور ہے کہ دولت کی فراوانی انسان کو اپنے رب سے غافل کر دیتی ہے‘ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کا اظہار فرمایا‘ مگر ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا: ”نعم المال الرجل الصالح“ (مال کتنی اچھی ہے‘ ایک مرد صالح کے لئے) اگر انسان کی ذات میں صالحیت ہو تو اس کا اظہار اس کے مال میں بھی ہوتا ہے‘ اور اگر انسان اس جوہر سے خالی ہے تو اس کا مال‘ اس کی ذات کے لئے اور عام انسانوں کے لئے پریشان کن ثابت ہوتا ہے اور یہ انسان اس سے بجائے کامیابی حاصل کرنے کے دنیا اور آخرت میں ناکامی و نامرادی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ زہری خاندان میں پیدا ہوئے‘ والدہ ماجدہ کا نام شفا تھا‘ عین عالم شباب میں دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے‘ سابقون الاولون میں سے ہیں‘ ان کا اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت کا مرہون منت ہے‘ یہ دور اسلام کا وہ دور ہے کہ کسی انسان کا دعوت اسلام کو قبول کرنا گویا تمام آلام و مصائب زمانہ کو دعوت دینا تھا‘ اسلام کے اس فرزند جلیل کو بھی ان صبر آزما وادیوں سے گزرنا پڑا‘ اور یہ ان تمام وادیوں کو مردانہ وار عبور کر گیا‘ گھر چھوڑا‘ مال و اسباب چھوڑا‘ اعزہ و اقارب کو خیر باد کہا اور سب کچھ چھوڑ کر کے اسلام کا مست و بے خود رضائے الٰہی کی تلاش میں حبشہ کی طرف چل پڑا‘ دشمنان اسلام نے جب وہاں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا‘ اپنی ریشہ دوانیوں کا جال پھیلایا تو پھر مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی اور پھر تادم آخر مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی میں قیام رہا‘ مدینہ منورہ میں آپ کا سلسلہ مواخات سعد بن الربیع سے قائم کر دیا گیا‘

سعد بن الربیعؓ مدینہ کے سرمایہ داروں میں سے تھے‘ مگر کیا آج کل کے سرمایہ داروں سے ان کے سرمایہ دولت کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ قائم کروایا‘ اور ادھر حضرت سعدؓ کی زبان سے نکلا: عبدالرحمنؓ! تم میرے بھائی ہو‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو میرا بھائی بنایا ہے‘ میری تمام دولت میں سے نصف کے مالک تم ہو‘ اس کے علاوہ میری دو بیویاں ہیں‘ اے میرے بھائی! یہ کس طرح ممکن ہے کہ سعدؓ دو بیویوں کے ساتھ راحت وآرام کی زندگی گزارے اور اس کا بھائی تجرد کی زندگی سے دوچار ہو‘ ایک کو میں طلاق دیئے دیتا ہوں‘ عدت گزرنے کے بعد اپنے نکاح میں لے آنا‘ یہ دونوں تمہارے سامنے ہیں‘ ان میں سے جن کو چاہو انتخاب کرلو؟ کیا آج کا مسلمان اس نوع کا نمونہ بھی پیش کرسکتا ہے؟ جو تعلیم ان کو بارگاہ نبوی سے ملی تھی‘ اس کو اپنے عمل سے ظاہر کرچکے تھے‘ حضرت عبدالرحمنؓ اپنے دینی بھائی کی اس گفتگو کو حیرت و مسرت سے سن رہے تھے‘ آخر انہوں نے کیا جواب دیا؟ ان کا جواب نمونہ تھا‘ غیرت وحمیت کا‘ بے نیازی کے ساتھ فرمایا: سعدؓ! خدا تمہارے مال وعیال میں برکت عطا فرمائے‘ عبدالرحمنؓ اس میں سے ایک حبہ بھی قبول نہیں کرسکتا‘ وہ تو تم سے صرف بازار کا راستہ پوچھتا ہے۔ غالباً علامہ اقبال مرحوم نے انہیں اسلاف کے واقعات استغناء سے متاثر ہوکر فرمایا تھا:

تنگ بخشی سے استغناء کو پیغام خجالت دے
نہ رہ منت کش شبنم نگوں جام وسبو کرلے

یہاں سے آپ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے‘ مدینہ کا مرکزی بازار ہے‘ حضرت عبدالرحمنؓ گھی اور پنیر لئے بیچتے پھر رہے ہیں‘ کاش ہمارے نوجوان اس سے کچھ عبرت حاصل کرتے‘ آج کے دور میں اس انداز کی تجارت ہمارے لئے عار بن گئی ہے جبکہ ہمارے مقتداؤں میں شرم محسوس کرنا تو دور کنار فخر محسوس کرتے ہیں‘ شرم اس بات میں تھی کہ عبدالرحمنؓ کا ہاتھ کس کے سامنے پھیلے‘ شرم اس میں نہیں کہ سر پر رکھے ہوئے گھی اور پنیر فروخت کریں‘ تجارت‘ وہ تجارت جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یوں فرمایا ہو:

”ایمان دار تاجروں کا حشر
نبیوں‘ صدیقوں‘ نیکوکار بندوں اور
شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔“

حضرت عبدالرحمنؓ کی یہ محنت وجانکاہی رنگ لائی‘ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کا شمار مدینہ کے بڑے تاجروں میں ہونے لگا‘ تجارت کے علاوہ زراعت بھی فرماتے تھے‘ غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیر کے طور پر ایک بہت بڑا قطعہ زمین عطا فرمایا تھا‘ اس کے علاوہ اپنی ذاتی کمائی سے بہت سی جاگیریں خریدیں‘ اور بڑے اہتمام سے کاشتکاری شروع کی‘ جرف میں آپ کے کھیتوں کی آبپاشی کے لئے بیس اونٹ تھے‘ وہ تجارت جو چند پیسوں کے گھی اور پنیر سے شروع ہوئی‘ کروڑوں روپے کی تجارت پر منتج ہوئی‘ یہاں تک کہ انتقال کے وقت ایک ہزار اونٹ‘ سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں ترکہ میں چھوڑیں‘ اس کے علاوہ جو دولت نقد آپؓ نے بطور میراث چھوڑی‘ وہ ہمارے یہاں کے حساب سے تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے ہوتی ہے‘ سونا اس کے علاوہ ہے‘ بڑے بڑے قصر وایوان اور باغات بھی ترکہ میں چھوڑے۔ (اسد الغابہ جلد۳ص۳۱۷)

دولت کی فراوانی کا یہ حال پڑھ کر شاید کوئی کوتاہ عقل یہ تصور کرے کہ یہ دولت ذاتی آرام و آسائش کے لئے تھی‘ تو یہ وہی سوچ سکتا ہے جس نے حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کیا ہی نہ ہو اور اگر کیا بھی ہو تو بہت سطحی اور عامیانہ‘ حضرات صحابہ کرامؓ کی دولتیں جمع ہونے اور تجوریوں کی زینت بننے کے لئے نہ تھیں‘ وہ قرآن فہم تھے‘ ان سے بڑھ کر کون قرآن فہمی کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ جبکہ قرآن خود انہیں کے بارے میں نازل ہوا ہو‘ اس دولت کی خوب حقارت ان کے دلوں میں بیٹھ چکی تھی‘ عبدالرحمن بن عوفؓ بھی انہیں میں سے ایک ممتاز فرد تھے‘ پوری طرح ان خصوصیات کے حامل‘ زندگی میں کئی بار ایسے مواقع بھی آئے جب پوری دولت اللہ کے راستہ میں لٹادی‘ کبھی نصف مال خدا کے راستہ میں خیرات کردیا‘ جب سورۂ برأت نازل ہوئی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی گئی ہے تو انہیں عبدالرحمن بن عوفؓ نے بڑھ کر چار ہزار درہم سرکار دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے‘ اس کے بعد دوسری مرتبہ چالیس ہزار دینار دربار نبوت میں پیش کئے‘ ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو گھوڑے‘ اونٹ راہ خدا میں پیش کئے‘ غرض یہ کہ خدا کی دی ہوئی دولت کو اس کے راستہ میں جس حوصلہ سے لٹایا‘ وہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔

☆☆......☆☆

اصلاح خواتین

خواتین کا اجنبی مردوں سے برتاؤ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

قرآن مجید کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے:

"اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت والفت۔"

واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں جذبات کی پوری رعایت ہے' نرم لہجہ سے اجنبی شخص کو ضرور میلان ہوتا ہے' کیسی عجیب بات ہے اور سخت لہجہ سے اجنبی مرد کو نفرت ہوتی ہے۔ الغرض عورتوں کے لئے قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ پردہ کے ساتھ بھی اجنبی مرد کے ساتھ نرم لہجہ سے گفتگو مت کرو' اس طرح سے آواز کا بھی پردہ ہے۔

عورت کے لئے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے' افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا' حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

"کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کرو۔"

دیکھئے اس آیت کی مخاطب وہ عورتیں ہیں جو مسلمانوں کی مائیں تھیں یعنی ازواج مطہرات' ان کی طرف کسی کی بری نیت جا ہی نہیں سکتی تھی' مگر ان کے لئے بھی یہ سخت انتظام کیا گیا تو دوسری عورتیں تو کس شمار میں ہیں؟ ازواج مطہرات سے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ نرم لہجہ سے بات مت کرو' جب بات کرنا ہو تو خشک لہجہ سے کرو' جس سے مخاطب یہ سمجھے کہ بڑی کھری اور کڑی اور تلخ (بد) مزاج ہیں' تاکہ لاحول ہی پڑھ کر چلا جائے' نہ یہ کہ نرمی سے گفتگو کرو کہ میں آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتی ہوں' مجھے جناب کے الطاف کریمانہ کا خاص احساس ہے۔ استغفر اللہ لوگوں نے آج کل اس کو تہذیب سمجھ لیا ہے اور بعض لوگ اس پر کہہ دیتے ہیں کہ صاحب بتلایئے کہ فساد ہو رہا ہے؟ ہم کو تو نظر نہیں آتا؟ میں کہتا ہوں کہ اول تو فساد موجود ہے اور اگر تم کو نظر نہیں آتا تو ممکن ہے کہ بہت قریب آگے چل کر یہ لہجہ کچھ رنگ لائے' اس وقت سب معلوم ہوگا اور مجھ کو تو اس وقت معلوم ہو رہا ہے' اہل نظر شروع ہی میں کھٹک جاتے ہیں کہ یہ چیز کسی وقت میں رنگ لائے گی۔

حیا و فطرت کا مقتضیٰ:

اول تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہئے مگر بضرورت بولنا جائز ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سختی سے گفتگو ہو تاکہ دوسرے کے دل میں کشش اور میلان پیدا نہ ہو اور عورتوں کے لئے یہ طریقہ شرعی حکم ہونے کے علاوہ طبعی (اور فطری تقاضا) بھی ہے۔ حیا عورت کے لئے طبعی امر ہے اور اس کے آثار ان دیہاتی عورتوں میں جن پر حیا زائل ہونے کے اسباب نے اثر نہیں کیا' موجود ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ طبعی بات عورت کے لئے یہی ہے کہ غیر مردوں سے میل جول نہ کرے' اور کوئی ایسی بات' قول (گفتگو) یا عمل میں اختیار نہ کرے' جس سے میل جول یا کشش پیدا ہو۔ دیہات میں دیکھئے کہ بھنگن و چمارن سے خطاب کیجئے تو وہ منہ پھیر کر اول تو اشارہ سے جواب دے گی۔ مثلاً راستہ پوچھئے تو انگلی اٹھا کر بتادے گی کہ ادھر ہے اور اگر بولنا ہی پڑے تو بہت تھوڑے الفاظ میں مطلب کو ادا کردے گی' نہ اس میں القاب ہوں گے' نہ آداب' نہ ضرورت سے زیادہ الفاظ' نہ آواز نرم ہوگی بلکہ اس طرح بولے گی جیسے کوئی زبردستی بات کرتا ہے' چونکہ دیہات والوں میں یہ اخلاق طبعی موجود ہوتے ہیں اور ان سے انحراف (یعنی آزادی بے باکی) کے اسباب وہاں نہیں پائے جاتے' اس واسطے دیہاتیوں کے اخلاق و عادات اپنی اصلی حالات پر ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل طبعی اخلاق سے دوری ہوگئی ہے' اور جو باتیں بری سمجھی جاتی تھیں' وہ اچھی سمجھی جانے لگی ہیں حتیٰ کہ اس قسم کے مضامین اور ایسے خیالات اور ایسے جذبات جن سے خوامخواہ میلان ہو' آج کل ہنر سمجھے جانے لگے ہیں۔ اس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ اللہ محفوظ رکھے' یہ

سب اثر ہے اس نئی تعلیم کا۔

یہ (کالجوں اور اسکولوں کی) تعلیم عورتوں کے لئے تو نہایت ہی مضر ہے، عورتوں کی تعلیم کا وقت بچپن کا ہوتا ہے مگر آج کل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کو نئی تعلیم دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے آثار و نتائج ان کی رگ وپے میں سرایت کر جاتے ہیں، پھر دوسری کوئی تعلیم ان پر اثر ہی نہیں کرتی، لڑکیوں کی مثال بالکل کچی نرم لکڑی کی سی ہے، اس کو جس صورت پر قائم کرکے خشک کردو گے، تمام عمر ویسی ہی رہے گی، جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی، نئے اخلاق سکھائے گئے، نئی وضع قطع، نئی طرز معاشرت ان کی نظروں میں رہا تو وہ اسی میں پختہ ہوگئیں، بڑی ہوکر ان کی اصلاح کسی طرح نہیں ہوسکتی، لہٰذا ضرورت ہے کہ بچیوں کو نئی تعلیم کے بجائے پرانی (دینی) تعلیم دیجئے۔

اجنبی مرد سے نرمی سے گفتگو کرنے کا نقصان:

اس کی دلیل بھی خود اس آیت میں موجود ہے: "فلا تخضعن بالقول" کے بعد ہی بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں: "فیطمع الذی فی قلبه مرض" کہ اگر نرم لہجہ سے بات کی گئی تو جس کے دل میں روگ ہے، اس کے دل میں لالچ پیدا ہوگا اور وہ لہجہ کی نرمی سے سمجھ لے گا کہ یہاں قابو چل سکتا ہے، پھر وہ اس کی تدبیریں اختیار کرے گا۔ دیکھئے خود حق تعالیٰ لہجہ کی نرمی کا یہ اثر بتا رہے ہیں، پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس اثر کا انکار کرے؟ میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ الفاظ قرآنی صاف بتلا رہے ہیں کہ عورتوں کا مردوں سے نرم گفتگو کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں لالچ پیدا ہوتا ہے۔

گفتگو کا طریقہ اور قول معروف کی تشریح:

اس کے بعد یہ بھی حکم ہے: "وقلن قولا معروفا" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بات کرو بھی تو ایسی بات کرو، جس کو شریعت میں اچھا مانا گیا ہو، ایک تو یہ کہ بے ضرورت الفاظ مت بڑھاؤ، کیونکہ شریعت اس کو کسی کے لئے پسند نہیں کرتی، شریعت نے کم بولنے ہی کو پسند کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر بات سوچ کر کہو کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکل جائے، معروف کا مختصر ترجمہ معقول ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ معقول بات کہو، معقول بات وہی ہوتی ہے، جس سے کوئی برا نتیجہ پیدا نہ ہو اور جب ثابت ہوچکا کہ لہجہ کی نرمی سے بھی عورتوں کے لئے برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے تو پیار و محبت کی باتوں سے کیوں برا نتیجہ پیدا نہ ہوگا؟ جس کو آج کل تہذیب سمجھا گیا ہے، اس قسم کی باتیں عورتوں کے لئے معقول نہیں بلکہ نامعقول ہیں۔

بداخلاقی وبدتہذیبی کا شبہ:

عورت کے لئے یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے، اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایک بات ایک کے لئے معقول ہو اور دوسرے کے لئے نامعقول، ایک کے لئے سختی سے بات کرنا اور بے رخی سے جواب دینا معقول ہوسکتا ہے اور دوسرے کے لئے نامعقول۔

مردوں کے واسطے باہمی کلام کا معقول طریقہ یہ ہے کہ نرمی سے بات کرو، کسی کو سخت جواب نہ دو، روکھا پن نہ برتو، اور عورتوں کے لئے معقول طریقہ یہ ہے کہ اجنبی کے ساتھ نرمی سے بات نہ کریں اور سختی سے جواب دیں اور روکھا برتاؤ کریں، ایک ہی بات مردوں کے لئے بری اور عورتوں کے لئے اچھی ہوسکتی ہے، عورتوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب غیر مردوں سے بات کریں تو خوب روکھے اور سخت لہجہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کریں۔ اول تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہئے، مگر بضرورت بولنا جائز ہے تو اس کا طریقہ یہی ہے۔

☆☆..........☆☆

کون نہیں جانتا کہ؟

اعصابی طاقت

ہی اصل زندگی ہے

اگر کسی انسان کو اعصابی کمزوری کی پریشانی لاحق ہوجائے تو اس کی زندگی میں بیزاری اور تھکاوٹ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہم نے اعصابی کمزوری کے لئے ایک خاص قسم کا اعصابی کورس تیار کیا ہے۔ اگر آپ بھی اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی خط لکھ کر یا ٹیلیفون کرکے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی (V.P) "اعصابی کورس" منگوالیں۔

المسلم دار الحکمت رجسٹرڈ

بالمقابل جامع مسجد مبارک، جلال پور روڈ، ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

0438-521787-522468 / 0320-5641046

ٹیلیفون عصر 4 بجے سے رات 11 بجے تک کریں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء

غرض خفیہ تدبیر دونوں جانب سے تھی' ایک جانب بُرے بندوں کی بری تدبیر اور دوسری جانب خدائے برتر کی بہترین تدبیر' نیز ایک جانب قادر مطلق کی تدبیر کامل تھی' جس میں نقص و خامی کا امکان نہیں اور دوسری جانب دھوکے اور فریب کی خام کاریاں تھیں' جو تار عنکبوت ہو کر رہ گئیں۔

آخر وہ وقت آ پہنچا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں' کاہنوں' اور فقیہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ایک بند مکان میں محاصرہ کر لیا' (عیسیٰ علیہ السلام) ذات اقدس اور حواری مکان کے اندر بند ہیں اور دشمن چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہیں' لہٰذا اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ کیا صورت ہو کہ جس سے دشمن ناکام رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی طرح کا بھی گزند نہ پہنچا سکے؟ تاکہ خدائے قادر کا وعدۂ حفاظت اور دعوٰی تدبیر خیر پورا ہو' تو اس کے متعلق قرآن نے بتایا کہ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہوا اور اس کی تدبیر محکم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو دشمنوں کے ہاتھوں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور صورت یہ پیش آئی کہ اس نازک گھڑی میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو وحی الٰہی نے یہ بشارت سنائی: عیسیٰ! خوف نہ کر' تیری مدت پوری کی جائے گی (یعنی تم کو دشمن قتل نہیں کرسکیں گے اور نہ تم اس وقت موت سے دوچار ہو گے) اور ہوگا یہ کہ میں تجھ کو اپنی جانب (ملاء اعلیٰ کی جانب زندہ) اٹھالوں گا اور ان کافروں سے ہر طرح تجھ کو پاک رکھوں گا (یعنی یہ تجھ پر کسی قسم کا قابو نہ پاسکیں گے) اور تیرے پیروؤں کو ان کافروں پر ہمیشہ غالب رکھوں گا (یعنی بنی اسرائیل کے مقابلہ میں قیامت تک عیسائی اور مسلمان غالب رہیں گے اور ان کو بھی ان دونوں پر حاکمانہ اقتدار نصیب نہیں ہوگا) پھر انجام کار میری جانب (موت کے بعد) لوٹ آتا ہے' پس میں ان باتوں پر فیصلۂ حق دوں گا' جن کے متعلق تم آپس میں

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

اختلاف کررہے ہو:

"(وہ وقت ذکر کے لائق ہے)
جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ" سے کہا: اے عیسیٰ! بے شبہ میں تیری مدت کو پوری کروں گا اور تجھ کو اپنی جانب اٹھالینے والا ہوں اور تجھ کو کافروں (بنی اسرائیل) سے پاک رکھنے والا ہوں اور جو تیری پیروی کریں گے' ان کو تیرے منکروں پر قیامت تک کے لئے غالب رکھنے والا ہوں' پھر میری جانب ہی لوٹنا ہے' پھر میں ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن کے بارے میں (آج) تم جھگڑ رہے ہو۔"
(سورۂ آل عمران)

"(قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو اپنے احسانات شمار کراتے ہوئے فرمائے گا:) اور وہ وقت یاد کرو جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک دیا (یعنی وہ کسی طرح تجھ پر قابو نہ پاسکے) جبکہ تو ان کے پاس معجزات لے کر آیا اور ان میں سے کافروں نے کہہ دیا: یہ تو جادو کے ماسوا اور کچھ نہیں ہے۔" (سورۂ مائدہ)

اب جبکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہ اطمینان دلا دیا گیا کہ اس سخت محاصرہ کے باوجود دشمن تم کو قتل نہ کرسکیں گے اور تم کو غیبی ہاتھ ملاء اعلیٰ کی جانب اٹھالے گا اور اس طرح دشمنان دین کے ناپاک ہاتھوں سے آپ ہر طرح محفوظ کردیے جائیں گے' تو اس جگہ پہنچ کر ایک دوسرا سوال پیدا ہوا کہ یہ کس طرح ہوا اور واقعہ نے کیا صورت اختیار کرلی؟ کیونکہ یہود و نصاریٰ تو کہتے ہیں کہ مسیح کو سولی پر بھی لٹکایا اور مار بھی ڈالا' تب قرآن نے بتایا کہ مسیح بن مریم (علیہما السلام) کے قتل و صلیب

کی پوری داستان سرتا سر غلط اور جھوٹ ہے بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ جب مسیح کو بقیہ حیات ملاء اعلیٰ کی جانب اٹھالیا گیا اور اس کے بعد دشمن مکان کے اندر گھس پڑے تو ان پر صورت حال مشتبہ کردی گئی اور وہ کسی طرح نہ جان سکے کہ آخر اس مکان میں سے مسیح (علیہ السلام) کہاں چلے گئے:

''اور (یہود ملعون قرار دیئے گئے) اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم پیغمبر خدا کو قتل کردیا' حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ (خدا کی خفیہ تدبیر کی بدولت) اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ اس کے قتل کے بارہ میں جھگڑ رہے ہیں' بلاشبہ وہ اس (عیسیٰ) کی جانب سے شک میں پڑے ہوئے ہیں' ان کے پاس حقیقت حال کے بارہ میں ظن (اٹکل) کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب (ملاء اعلیٰ کی جانب زندہ) اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (سورۂ نساء)

قرآن عزیز کا یہ وہ بیان ہے جو یہود و نصاریٰ کے اختراعی فسانہ کے خلاف اس نے حضرت مسیح بن مریم (علیہا السلام) کے متعلق دیا ہے' اب دونوں بیانات آپ کے سامنے ہیں اور عدل و انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ میں' پہلے حضرت مسیح (علیہ السلام) کی شخصیت اور ان کے دعوت و ارشاد کے مشن کو تاریخی حقائق کی روشنی میں معلوم کیجئے اور اس کے بعد ایک مرتبہ پھر ان تفصیلی واقعات پر نظر ڈالئے جو ایک اولوالعزم پیغمبر مقرب بارگاہ الٰہی اور نصاریٰ کے عقیدۂ باطل کے مطابق خدا کے بیٹے کو خدا کے فیصلہ کے سامنے مایوس' مضطرب' بے یارومددگار اور خدا سے شاکی ظاہر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس تضاد بیان پر بھی غور فرمایئے کہ ایک جانب عقیدۂ کفارہ کی بنیاد صرف اس پر قائم ہے کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا بن کر آیا ہے' اس غرض سے تھا کہ مصلوب ہو کر دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے اور دوسری جانب صلیب اور قتل مسیح کی داستان اس اساس پر گھڑی کی گئی ہے کہ جب وہ وقت موعود آ پہنچتا ہے' تو خدا کا یہ فرضی بیٹا اپنی حقیقت اور دنیا میں وجود پذیری کو یکسر فراموش کر کے ''ایلی! ایلی! لما سبقتنی'' کا حسرتناک جملہ زبان سے کہتا اور مرضی الٰہی پر اپنی ناخوشی کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے کیا کسی شخص کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں ہے کہ اگر نصاریٰ کے بیان کردہ واقعات کے دونوں حصے صحیح اور درست ہیں تو ان دونوں کے باہم یہ تضاد کیسا؟ اور اس عدم مطابقت کے کیا معنی؟

پس اگر ایک حقیقت بیں اور دوررس نگاہ ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اور واقعات و حالات کی ان تمام کڑیوں کو باہم جوڑ کر اس مسئلہ کا مطالعہ کرے تو وہ تصدیق حق کے پیش نظر بلاتامل یہ فیصلہ کرے گی کہ بائبل کی یہ داستان تضاد کی حامل اور گھڑی ہوئی داستان ہے اور قرآن نے اس سلسلہ میں جو فیصلہ دیا ہے' وہی حق اور مبنی برصداقت ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کے بعد سینٹ پال سے قبل تک نصاریٰ' یہود کی اس خرافی داستان سے قطعاً بے تعلق تھے لیکن جب سینٹ پال (پولوس رسول) نے تثلیث اور کفارہ پر جدید عیسائیت کی بنیاد رکھی' تو کفارہ کے عقیدہ کی استواری کے لئے یہود کی اس خرافی داستان کو بھی مذہب کا جزو بنالیا گیا۔

لیکن واقعہ سے متعلق حد درجہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جب چودہ صدیوں سے قرآن حکیم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کی عظمت و جلالت قدر کا اعلان کرتے ہوئے ان کے ''رفع الی السماء'' کی حقیقت کو یہود و نصاریٰ کی خرافی داستان کے خلاف علم و یقین کی روشنی میں نمایاں اور یہود و نصاریٰ کو دلائل و براہین کے ذریعہ لاجواب اور سرنگوں کردیا تھا تو اس کے مقابلہ میں آج ایک مدعی اسلام' دعوائے نبوت و مسیحیت کے شوق یا ہندوستان پر مسلط عیسائی حکومت کی خودغرضانہ خوشامد میں یہود و نصاریٰ کے اسی عقیدہ کو دوبارہ زندہ کرتا اور اس پر اپنے ''باطل عقیدۂ نبوت'' کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے اور پنجاب (قادیان) کا یہ متنبی (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) قرآن عزیز کی تصریحات سے بے نیاز ہو کر نہایت جسارت کے ساتھ ان تمام واقعات کی تصدیق کرتا ہے جو اس سلسلہ میں یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے باطل مزعومہ عقائد کی تکمیل کے لئے اختراع کئے ہیں' وہ کہتا ہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہود نے اسیر کیا' ان کا ٹھٹھا اڑایا' ان کے منہ پر تھوکا' ان کے طمانچے بھی لگائے' ان کو کانٹوں کا تاج بھی پہنایا اور ان کے علاوہ ہر قسم کی توہین و تذلیل کا سلوک کرنے کے بعد ان کو صلیب پر بھی چڑھایا اور اپنے زعم میں ان کو قتل بھی کر ڈالا' البتہ یہود و نصاریٰ کی حرف بحرف تصدیق کے بعد بغیر کسی قرآنی نص' حدیثی روایت

اور تاریخی شہادت کے اپنی جانب سے یہ اضافہ کرتا ہے کہ جب شاگردوں کے مطالبہ پر نعش ان کے حوالہ کردی گئی اور وہ تجہیز وتکفین کے لئے آمادہ ہوئے تو دیکھا کہ جسم میں جان باقی ہے' تب انہوں نے خفیہ طور پر ایک خاص مرہم کے ذریعہ ان کے زخموں کا علاج کیا اور جب وہ (بھلے) چنگے ہوگئے تو پوشیدہ رہ کر کشمیر کو چلے گئے اور وہاں بھی حیات کے آخری لمحوں تک خود کو چھپائے رکھا اور گمنامی میں وہیں انتقال پاگئے' گویا یوں کہئے کہ یہود و نصاریٰ کی مفروضہ داستان میں حضرت مسیح (علیہ السلام) سے متعلق توہین وتذلیل کے جس قدر بھی پہلو تھے' وہ سب تو متنبی کاذب نے قبول کرلئے' باقی ان کی عظمت شان اور جلالت مرتبہ سے متعلق پہلو کو داستان سے خارج کرکے اس کے ساتھ ایک ایسا فرضی حصہ جوڑ دیا' جس سے ایک جانب نیچر پرستوں کو اپنی جانب مائل کرنے کا سامان مہیا ہوسکے اور دوسری جانب عیسیٰ (علیہ السلام) کی باقی زندگی مبارک کو گمنامی کے ساتھ وابستہ کرکے توہین وتذلیل کا ایک گوشہ جو تشنہ سامان رہ گیا تھا' اس کی تکمیل ہوجائے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

متنبی پنجاب کو یہ سب کچھ کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ اس کی جانب ابھی اشارہ کیا جاچکا ہے اور اس کی تفصیل کے لئے پروفیسر الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" لائق مطالعہ ہے یا خود متنبی کاذب کی تصنیفی خرافات اس حقیقت کو عریاں کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

ہمارے پیش نظر تو یہ مسئلہ ہے کہ متنبی پنجاب نے کس طرح قرآن حکیم کی نصوص قطعیہ کے خلاف یہود ونصاریٰ کے عقیدۂ "توہین" تصلیب اور قتل عیسیٰ علیہ السلام کی تائید پر بے جا جسارت کا اقدام کیا اور جس حد تک اختلاف کیا' اس میں بھی دعویٰ قرآنی کے خلاف ان کی حیات طیبہ کو نامراد و ناکام اور گمنام ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔

آپ ابھی سن چکے ہیں کہ قرآن عزیز نے بنی اسرائیل کے مقابلہ میں خدائے تعالیٰ کی جانب سے دعوائے حفاظت وبرتری کو کس قوت بیان کے ساتھ نمایاں کیا ہے: "ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین. انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا" اور پھر کس زور کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دعوائے حفاظت کو اس شان کے ساتھ پورا کیا کہ دشمن کسی حیثیت سے بھی مسیح بن مریم علیہما السلام پر قابو نہ پاسکے اور ہاتھ تک نہ لگاسکے: "واذ کففت بنی اسرائیل عنک" "وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم" "وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ."

تو اب یہ بات قابل غور ہے کہ ہم دنیا میں روز وشب یہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر کسی صاحب قوت واقتدار ہستی کے عزیز دوست یا مصاحب کے خلاف ان کا دشمن درپے آزار یا قتل کے درپے ہوتا ہے اور یہ کہ ہم صاحب اقتدار ہستی کی اعانت کے بغیر دشمن کے مقابلہ میں عہدہ برآ نہیں ہوسکتے' وہ صاحب اقتدار کی جانب رجوع کرتے ہیں اور یہ ہستی ان کو پوری طرح اطمینان دلاتی ہے کہ دشمن ان کو کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکتا بلکہ ان تک اس کی دسترس ہی نہیں ہونے دی جائے گی' تو ہر ایک اہل عقل اس کا یہی مطلب لیتا ہے کہ اب کسی بھی حالت میں ان کو دشمن کا خطرہ باقی نہیں رہا' مگر یہ کہ صاحب اقتدار ہستی یا اپنے وعدہ کا ایفا نہ کرے اور جھوٹا ثابت ہو اور یا دشمن کی طاقت اتنی زیادہ ہو کہ وہ خود بھی اس حمایت ونصرت میں مغلوب ومقہور ہوکر رہ جائے۔

پس جب انسانی دنیا میں یہ اطلاع موصول ہو کہ صاحب اقتدار ہستی کے عزیز' دوست یا مصاحب کو اس کے دشمن نے گرفتار کرلیا' مارا پیٹا' منہ پر تھوکا اور ہر طرح ذلیل و رسوا کرکے اپنے گمان میں مار بھی ڈالا اور مردہ سمجھ کر نعش اس کے عزیزوں کے سپرد کردی مگر حسب اتفاق نبض دیکھنے سے معلوم ہوا کہ کہیں جان اٹکی رہ گئی ہے' لہٰذا علاج معالجہ کیا گیا اور وہ روبصحت ہوگیا' تو دنیائے انسانی اس صاحب اقتدار ہستی کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی؟ جس نے اس مظلوم کی حمایت ونصرت کا وعدہ کیا تھا؟ یہ کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا یا نہیں کیا؟ ظاہر ہے کہ نہیں کیا' خواہ قصداً نہیں کیا یا اس لئے کہ وہ مجبور رہا۔

پس اگر دنیائے انسانی کے معاملات میں صورت حال یہ ہے' معلوم نہیں کہ متنبی پنجاب کے عقل ودماغ نے قادر مطلق خدا کے متعلق کس ذہنیت کے ماتحت یہ فیصلہ کیا کہ خدا نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) سے ہر قسم کی حفاظت وصیانت کے وعدہ کے باوجود دشمن کے ہاتھوں وہ سب کچھ ہونے دیا؟ جس کو یہود ونصاریٰ کی اندھی تقلید میں متنبی پنجاب نے تسلیم کرلیا اور اشک شوئی کے لئے صرف اس قدر اضافہ کردیا کہ اگرچہ یہود نے صلیب وقتل کے بعد سمجھ لیا تھا کہ روح قفس عنصری سے نکل چکی ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ رمق جان ابھی غیر محسوس طور پر باقی تھی' اس لئے اسی

طرح ان کی جان بچ گئی' جس طرح موجودہ زمانہ میں اب سے چند سال قبل جیلوں میں پھانسی دینے کا جو طریقہ رائج تھا' اس کی وجہ سے بھی (کبھار) پھانسی پانے کے بعد رمق جان باقی رہ جاتی تھی اور نعش کی سپردگی کے بعد علاج معالجے سے وہ اچھا ہو جاتا تھا۔

بہرحال ہم تو اس ذات واحد' قادر مطلق خدا پر ایمان رکھتے ہیں' جس نے جب کبھی بھی اپنی خاص بندوں (نبیوں اور رسولوں) سے اس قسم کا وعدہ حفاظت وصیانت کیا ہے' تو پھر اس کو پورا بھی ایسی شان سے کیا ہے' جو قادر مطلق ہستی کے لئے شایان اور لائق ہے۔

حضرت صالح (علیہ السلام) اور ان کی قوم کے منکرین حق کا معاملہ سورۃ نمل میں جس معجزانہ شان کے ساتھ بیان ہوا ہے' اس پر غور فرمایئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور شہر میں نو شخص تھے جو (بہت) مفسد تھے اور کوئی کام صلاح کاری کا نہیں کرتے تھے' انہوں نے آپس میں کہا: باہم قسمیں کھاؤ کہ ہم ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے اور پھر اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے وقت موقعہ پر موجود ہی نہیں تھے اور قسم بخدا! ہم ضرور سچے ہیں اور انہوں نے (صالحؑ کے خلاف) خفیہ سازش کی اور ہم نے (بھی ان کی سازش کے خلاف) خفیہ تدبیر کی اور وہ ہماری مخفی تدبیر کو نہیں سمجھتے تھے' پس (اے محمدؐ) دیکھو کہ ان کی خفیہ سازش تدبیر کا کیا حشر ہوا؟ یہ کہ ہم نے ان کو (مفسدوں کو) اور ان کی سرکش قوم کو سب کو ہلاک کر دیا (نگاہ اٹھا کر) دیکھو یہ (قریب ہی) ہیں ان کے گھروں کے کھنڈر ویران ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے' بے شک اس واقعہ میں نشانی ہے سمجھ والوں کے لئے اور ہم نے نجات دی ایمان والوں کو جو کہ پرہیزگار تھے۔" (سورۃ نمل)

اور پھر مطالعہ کیجئے اس عظیم الشان واقعہ کا جو ہجرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعلق رکھتا ہے اور سورۃ انفال میں دشمنان حق کی ذلت و رسوائی کا ابدی اعلان ہے۔

ان دونوں واقعات میں حق و باطل کے معرکوں' دشمنوں کی خفیہ سازشوں اور انبیاء علیہم السلام کی حفاظت کے لئے وعدہ الٰہی اور اس کے بے غل و غش پورا ہونے کا جو نقشہ قرآن عزیز نے پیش کیا ہے' تاریخی نگاہ سے ان پر غور فرمایئے اور فیصلہ کیجئے کہ جس خدا نے صالح (علیہ السلام) اور خاتم الانبیاء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اپنے وعدہ حفاظت کو اس شان رفیع کے ساتھ پورا کیا ہو' کیا متنبی پنجاب کے عقیدہ کے مطابق اسی شان معجزانہ کے ساتھ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے حق میں پورا ہوا؟ نہیں! ہرگز نہیں! حالانکہ آیات قرآنی شاہد ہیں کہ ان دونوں واقعات کے مقابلہ میں عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) سے کئے گئے وعدے زیادہ واضح تفصیلات رکھتے ہیں اور ان میں صاف کہا گیا ہے کہ خدا نے بہترین مخفی فیصلہ کے مطابق حضرت مسیح (علیہ السلام) کے دشمن ان کو ہاتھ تک نہ لگا سکیں گے' تب ہی تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے جن احسانات وانعامات کو شمار کرائے گا' ان میں سے ایک بڑا انعام واحسان یہ بھی ہوگا:

"واذ کففت بنی اسرائیل عنک"

ترجمہ: "اور جبکہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک دیا تھا۔"

متنبی پنجاب کو اگر اپنی نبوت اور مسیحیت کے افتراء اور دعوے کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے خلاف اس درجہ ناگواری تھی جیسا کہ متنبی کاذب کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے' تب بھی یہود ونصاریٰ کی اس اندھی تقلید کے لئے مقابلہ میں جو نصوص قرآنی کے خلاف "کفر بواح" تک پہنچاتی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شان رفیع کے حق میں باعث توہین وتذلیل اور وعدہ الٰہی کی تکذیب کرتی ہے' کیا یہ کافی نہیں تھا کہ تاویل باطل کے پردہ میں اتنا ہی کہہ دیا جاتا کہ وہ اگرچہ بقید حیات آسمان پر نہیں اٹھائے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے بند مکان سے کسی طریق پر ان کو دشمنوں کے نرغے سے نکال کر محفوظ کر دیا اور دشمن کسی طرح ان کو نہ پا سکے' لیکن وائے برحال متنبی قادیان کہ خدا کے سچے پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کے ساتھ بغض و عناد نے "خسر الدنیا والآخرۃ" کا مصداق بنا کر ہی چھوڑا۔ (تاویل باطل اس لئے کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق دیگر نصوص قرآنی' احادیث اور اجماع امت کے پیش نظر اس مقام پر یہ تاویل بلاشبہ "باطل" ہے مگر اس سے کم از کم حضرت مسیح (علیہ السلام) کی توہین اور وعدہ الٰہی کی تکذیب کا پہلو نہیں نکلتا)

(جاری ہے)

ہر بزم ہے ہماری ہر جام ہے ہمارا

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

سب سے عظیم مذہب اسلام ہے ہمارا
کہتے ہیں جس کو مسلم وہ نام ہے ہمارا

آنکھوں کا نور ہے وہ دل کا سرور ہے وہ
اس کے ہی دم قدم سے آرام ہے ہمارا

وردِ زباں ہمارے ہے لا الٰہ الا
سارے جہاں کو بس یہ پیغام ہے ہمارا

آتش کدوں کو ہم نے اک گلستان بنایا
مردہ جہاں پہ اتنا انعام ہے ہمارا

نجد و حجاز و سوڈاں ترکی عراق و اردن
مصر و یمن ہمارے اور شام ہے ہمارا

کیا روس کیا بخارا کیا ہند و چین روما
نقشِ قدم ہویدا ہر گام ہے ہمارا

چاہے جہاں رہیں ہم چاہے جسے اٹھائیں
ہر بزم ہے ہماری ہر جام ہے ہمارا

کس کی مجال و جرأت نام و نشاں مٹائے
کندہ ہر ایک ذرہ پہ نام ہے ہمارا

سیکھا نہیں ہے ڈرنا اہلِ غرور سن لے
ایمان اور یقیں پہ انجام ہے ہمارا

ہر جان و مال دل سے اسلام پہ فدا ہیں
دل سے عزیز ہم کو اسلام ہے ہمارا

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ
ختمِ نبوّۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختمِ نبوّۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرتِ رسولِ آخرﷺ، سیرتِ الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائیجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے
اشتہارات دیجئے
مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے